عربی میں نعتیہ کلام

عصر اول سے لے کر موجودہ صدی تک کے عرب شعراء کے

نعتیہ کلام کا نمونہ مع ترجمہ و تبصرہ، اور صحابۂ کرام کے جذباتِ

محبت کی تشریح

مع مقدمہ

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ

از

عبد اللہ عباس ندوی
سابق استاذ ادب عربی دار العلوم ندوۃ العلماء
وحال استاذ جامع ملک عبد العزیز مکۃ المکرمہ
اور ایڈیٹر مجلہ رابطہ عالم اسلامی

شائع کردہ
مکتبہ اسلام۔ گوئن روڈ۔ لکھنؤ



باراول

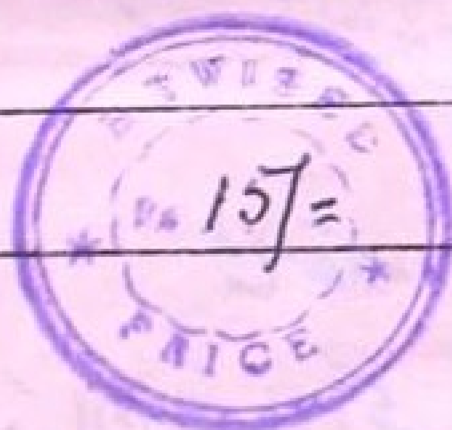
۱۳۹۵ھ — ۱۹۷۵ء

کتابت ــــــــــ ظہیر احمد کاکوروی

طباعت ــــــــــ نامی پریس لکھنؤ

صفحات ــــــــــ ۱۹۶

قیمت ــــــــــ دس روپے



باہتمام

محمد غیاث الدین ندوی

شائع کردہ

مکتبۂ اسلام ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ

116

فہرست

۱۱۷

مراجع

ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ (م ۴۶۳ھ)	الاستیعاب فی اسماء الاصحاب
ابن حجر احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ
ابوالفداء اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ)	البدایہ والنہایۃ
ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ السہیلی (م ۵۸۱ھ)	الروض الانف
ابوبکر بن ابی القاسم الأہدل	نشر الثناء الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال من اہل الیمن [1]
احمد غریب، و محمد صدیق (المیمنین)	غریب کا حج (گجراتی اڈیشن) مطبوعہ ۱۹۶۱ء [2]
احمد حسن زیات	تاریخ الادب العربی ۔ تیرھواں اڈیشن ۱۹۶۵ء
ابن نباتہ	دیوان ابن نباتہ
اشرف علی (حکیم الامہ حضرت مولانا)	نشر الطیب
ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ (م ۶۶۳ھ)	الاستیعاب فی اسماء الاصحاب
ابن حجر احمد بن علی (م ۸۵۲ھ)	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ
الأہدل ابوبکر بن القاسم	نشر الثناء الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال من اہل الیمن
ابن ہشام عبدالملک ابن ہشام المعافری (م ۲۱۳ھ)	السیرۃ النبویۃ۔

---

[1] اس کتاب کا بقدر ضرورت اقتباس راقم کو مولانا محمد مسعود سلیم نائب ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ذریعہ ملا۔ اصل کتاب نظر سے نہیں گزری ہے۔

[2] اقتباس مترجم حضرت الحاج الحافظ محمد صدیق المیمنی نے عنایت فرمایا۔

البرعی، عبدالرحیم بن احمد البرعی الیمنی — المدائح النبویۃ البرعی

البوصیری، الامام عبداللہ محمد بن سعید (م ۶۹۷ھ) — بردۃ المدیح المبارکۃ (الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ)

الباجوری، الشیخ ابراہیم الباجوری (م ۱۲۷۶ھ) — شرح قصیدہ البردۃ

الترمذی الامام ابو عیسیٰ محمد — شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

التھانوی، مولانا اشرف علی — نفح الطیب فی شرح نشر الطیب

الجمحی محمد بن اسلام — طبقات فحول الشعراء

الحسنی، محمد الرابع — جغرافیہ ممالک عربیہ، حصہ اول

خالد، خالد محمد — رجال حول الرسول

الدمشقی حافظ شمس الدین بن ناصر — سلوۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب

درویش محمد طاہر — حسان بن ثابت وحیاتہ وشعرہ

زیدان جرجی زیدان — تاریخ الآداب

السہیلی ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ (م ۵۸۱ھ) — الروض الانف فی شرح السیرۃ النبویۃ ابن ہشام

الشبراوی شمس — دیوان الشعر للشبراوی

الصرصری

ضیف ڈاکٹر شوقی — دراسات فی الشعر الاسلامی۔

تعارف وپیش لفظ

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ)

قرآن مجید کے صدہا علمی ومعنوی، بیانی وتاریخی معجزات میں سے جو آیات کی شکل میں اس سراپا اعجاز کتاب کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں، ایک "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" (اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا) کی پیشین گوئی بھی ہے۔

سورہ انشراح کی اس مختصر آیت میں خود کلمہ "رفع" ایک لفظی معجزہ سے کم نہیں، یہ مفرد لفظ کیا ہے؟ کوزہ میں دریا کو بند کر دیا گیا ہے، "رفع" اپنی پوری وسعتوں، مضمرات، اور تفصیلات وتنوعات کے ساتھ، وہ رفعت وبلندی جو جغرافیائی حدود وثغور، تاریخی ادوار وعہود، نسل ورنگ کی تفریق، اقوام وملل کی تقسیم، زبان وادب کے تنوع، اور مذہب ومشرب کے اختلاف، سب سے بالاتر ہو، سب سے مستغنی، سب پر حاوی، جس طرح آفتاب عالم تاب کوہ ودشت، خشکی اور تری، نشیب وفراز، عالم وجاہل، فقیر وغنی، سیاہ وسپید، غلام وآقا سب پر یکساں طریقہ پر چمکتا ہے، اور سب کو یکساں طریقہ پر فیض پہونچاتا ہے، اسی طرح ذات نبوی جو حسن واحسان کا سب سے بڑا نمونہ ہے، سب سے محبت کا خراج، اور جمال وکمال کا باج وصول کرتی ہے، اور اس میں

کسی طرح کی زور دستی، یا جبر و اکراہ شامل نہیں، یہ حسن و احسان کا حق ہے، جس کو بہ رضا و خوشی ادا کرنے سے کسی کو انکار نہیں، کسی فارسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

پرتو مہر بہ ویرانہ و آباد یکیست
حسن چوں تیغ کشد بندہ و آزاد یکیست

پھر ان تین لفظوں کی آیت میں جن میں سے ہر لفظ مستقل معجزہ ہے "ذکر" کے لفظ کے انتخاب میں بھی ہزاروں حکمتیں اور صدہا تاریخی حقائق پوشیدہ ہیں، "رفعنا لک اسمک" بھی کہا جا سکتا تھا، لیکن دنیا میں ہزاروں انسانوں کے نام زندہ ہیں، لاکھوں انسانوں کی زبان پر ہیں، لیکن وہ مجرد نام ہیں، جن کے ساتھ اوصاف و کمالات، سوانح و حالات، صفات و خصوصیات کا کوئی نشان نہیں، انسانی نسلیں صرف ان ناموں کو یاد کئے اور سینے سے لگائے ہوئے ہیں، ان کو ان کے کارناموں، اور پیام میں سے کچھ یاد نہیں رہا، ہو سکتا تھا کہ یہاں بھی یہی معاملہ ہوتا، لیکن صرف نام کے زندہ اور بلند رکھنے کی ضمانت نہیں کی گئی، اس کے تذکرے کے پھیلانے، اور اونچا کرنے کی ضمانت کی گئی ہے، اس میں سیرت و تاریخ، اقوال و افعال، حلیہ و شمائل، اخلاق و عادات، نعت و منقبت، مدح و توصیف سب شامل ہو گئی، کہ "ذکر" اس سب کو مستلزم ہے، اور اس سب پر حاوی۔

اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت سے لے کر جب آپ حیات ظاہری کے ساتھ دنیا میں رونق افروز تھے، اس وقت تک (اور اس وقت سے لے کر قیام قیامت تک) مختلف ملکوں اور زبانوں کے شعراء و ادباء کی زبان و قلم آپ کی مدح و توصیف میں مشغول رہے، اور رہیں گے، اور اس کو نہ صرف اپنی سعادت بلکہ ذریعۂ مغفرت و نجات سمجھتے رہے، اور سمجھتے رہیں گے، دنیا کا کوئی ملک جو اسلام کی دولت سے مشرف ہوا، کسی دور میں بھی ایسے شعراء سے خالی نہیں رہا،

جنھوں نے اپنی بہترین شاعرانہ صلاحیتیں اس بہترین موضوع پر اور اس محمود و ممدوح ذات کی مدح و توصیف میں صرف نہ کی ہوں۔

مختلف اسباب کی بناء پر جن کا تعلق فطری اور قومی خصوصیات، خمیر و مزاج، اور بعض تاریخی اسباب سے ہے، اور جن کا مختصر تذکرہ ہم نے اپنی کتاب "کاروان مدینہ" کے مضمون "سید العرب و العجم کے حضور میں شعرائے عجم کا خراج عقیدت" میں کیا ہے، فارسی زبان کا قدم اس وادیِ ایمن کی رہ نوردی میں سب سے آگے رہا ہے، اردو چونکہ اسی کی ساختہ پرداختہ ہے اس لئے اس کے بعد اسی کا درجہ ہے۔

لیکن یہ سمجھنا کہ عربی زبان کا دامن جس میں کلام الٰہی نازل ہوا، اور جو نبوت کی ترجمان تھی، اور جس کے بولنے والوں کی آنکھیں اس جمالِ جہاں آرا کے دیدار سے مشرف ہوئیں، اور جن کی گھٹی میں شاعری پڑی ہوئی تھی، نعت کے موتیوں سے خالی ہوگا، پھر اس زبان میں، جس نے جزیرۃ العرب سے نکل کر سارے مشرق وسطیٰ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا، اور شام و عراق و مصر میں اس نے ہزاروں شعراء پیدا کئے، اور اس کا درخت نئے برگ و بار لاتا اور شگوفے کھلاتا رہا، نعت گوئی کا موضوع بالکل اچھوتا رہا، یقیناً ان ملکوں کے شعراء کی بڑی تعداد سرکار دربار سے تعلق رکھتی تھی، اور بادشاہوں، امیروں، وزیروں اور فیاض لوگوں کی مدح سرائی کو اس نے پیشہ بنا لیا تھا، لیکن ان ملکوں میں صدہا اہل دل، اور عاشق رسول بھی پیدا ہوئے، جو اپنی قادر الکلامی اور زمزمہ سنجی میں کسی پیشہ ور شاعر سے کم نہ تھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ زبانوں اور ملکوں کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔ ان کے اظہار جذبات کے طریقے، مضامین کی ترتیب، غزل و تشبیب کے اسالیب، استعارات و تشبیہات، سب ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اور یہ اختلاف نتیجہ ہوتا ہے جغرافیائی، طبعی حالات، تاریخی عوامل و مؤثرات، اور ذاتی تجربات کے اختلاف کا۔

اس لئے ہر زبان کی شاعری کا پیمانہ بھی ایک نہیں ہو سکتا، اور ہر زبان کی نعت میں ایک ہی طرح کے مضامین تلاش نہیں کئے جا سکتے، اور نہ درد و سوز، لطافت و نزاکت، ہجر و جدائی کی کسک، اور خلش کو ہر جگہ ڈھونڈھنا صحیح ہوگا، اگر اس حقیقت کو مان لیا جائے تو عربی شاعری نعت کے ذخیرے سے مالامال ہے، اور وہ بہت سی ایسی خصوصیات رکھتی ہے، جن میں وہ منفرد کہی جا سکتی ہے، صرف شرط یہ ہے کہ اس موضوع پر کام کرنے والے کی نظر وسیع اور عمیق ہو، وہ عربی زبان کے مزاج و مذاق سے آشنا، اس کا بڑی حد تک ادا شناس ہو، وہ صرف ان کتابوں اور مجموعوں پر اکتفا نہ کریں، جو خاص اسی نام سے لکھے اور مرتب کئے گئے ہیں، بلکہ پورے عربی ادب و شاعری کے ذخیرے پر ایک سچے طالب علم کی طرح نظر ڈالے، اور ہر جگہ اپنے گوہر مقصود کو تلاش کرے، صرف نعتیہ شاعری نہیں، بلکہ تحقیق و جستجو کے ہر موضوع کا تجربہ یہ ہے کہ ایک سچے طالب علم کو ایسی جگہ سے اپنے کام کی چیزیں ملتی ہیں، جن کے متعلق کوئی گمان نہیں ہوتا تھا، اور جو براہ راست اس موضوع سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔

پھر اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس موضوع پر کام کرنے والا محاسن شاعری سے واقف، ادب عربی کا باذوق طالب علم، اور تجربہ کار معلم بھی رہ چکا ہو، وہ قدیم و جدید دونوں سے استفادہ کر سکتا ہو، فن تنقید، اور کلام کے تحلیل و تجزیہ، اور دوسرے کلام سے مقابلہ و محاکمہ کی بھی صلاحیت رکھتا ہو، پھر اس سب سے مقدم اور اہم شرط یہ ہے کہ اس کو اس دولت بیدار سے بھی کچھ حصہ ملا ہو، اور اس کو اس سے کچھ فطری مناسبت ہو، جس کے بغیر اس موضوع پر قلم اٹھانا ایک مصنوعی کوشش، یا ایک سعی لاحاصل سے زیادہ نہیں، یعنی ذات نبویؐ سے محبت و عقیدت کسی نہ کسی درجہ میں اس کے خمیر میں پیوست، اور اس کے عقیدہ کا جز ہو، کہ ؎

نقش ہیں سب ناتمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خون جگر کے بغیر

بڑے مسرت کا مقام ہے کہ عزیز گرامی ڈاکٹر مولوی عبداللہ عباس ندوی صاحب کو اس محبوب ومحترم موضوع پر قلم اٹھانے کی توفیق نصیب ہوئی، راقم سطور جب "کاروانِ مدینہ" کی ترتیب میں مشغول تھا، تو اس کو بشدت اس ضرورت کا احساس ہوا کہ جس طرح اس نے اس کتاب میں فارسی، اردو کے منتخب نعتیہ کلام کو پیش کیا، اور ایک تمثیلی مشاعرہ آراستہ کیا، جس میں فارسی واردو کے نامی گرامی شعراء نے اپنے چیدہ اور برگزیدہ کلام کے گلدستے پیش کیے، اسی طرح کاشکہ وہ عربی میں نعتیہ کلام کا انتخاب بھی پیش کرسکتا، اور عالم تخیل میں ایک ایسی مبارک محفل مرتب کرسکتا جس میں شعراء عرب بصد ادب واحترام عربی میں نذر عقیدت پیش کررہے ہیں، لیکن مصروفیتوں، اور اس کتاب کی جلد اشاعت کے تقاضے نے اس کی مہلت نہ دی، اور یہ کام رہ گیا، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت برادرِ عزیز مولوی عبداللہ صاحب کے لئے مقدر فرما رکھی تھی، جو ہمارے علم کی حد تک ان صفات سے متصف ہیں، جو اس کتاب کی تالیف کے لئے شرط ہیں، نیز خاندانی اور تربیتی لحاظ سے بھی وہ اس موضوع سے فطری مناسبت رکھتے ہیں۔

عزیز موصوف تاج العارفین حضرت شاہ مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ (۱۰۹۸ــــ۱۱۹۱ھ) کی ساتویں پشت میں ہیں، پھلواری شریف کے اس خانوادہ کی بنیاد ہی (جس میں ہر دور میں عارفین کاملین اور محبین صادقین پیدا ہوتے رہے ہیں) عشقِ رسولؐ پر پڑی تھی، حضرت تاج العارفین، حضرت سید وارث رسول نما بنارسی کے خلیفۂ اجل، اور مرید با اختصاص تھے، ان کے فرزند وجانشین حضرت شاہ نعمت اللہ (۱۱۶۰ــــ۱۲۴۷ھ) جو مولوی عبداللہ صاحب کے جدِ سادس ہیں، اس نعمت کے وارث ہوئے، حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب کی ایک شاخِ پُرثمر تو وہ ہے، جس میں

جانشینی اور خلافت منتقل ہوتی رہی دوسری شاخ وہ ہے، جس کے گل سرسبد ان کے فرزند مولانا محمد امام جنونؔ (م ۱۲۷۲ھ) تھے، وہ خود عاشق رسولؐ، اور خوش گو شاعر تھے، مولانا محمد امام کے ایک صاحبزادہ مولانا انور احمد ہوئے، جن کے سلسلہ میں مصنف کتاب ہیں، دوسرے صاحبزادہ مولانا آل احمد تھے، جو پھلواری سے حجاز چلے گئے، اور فن حدیث میں اختصاص پیدا کیا، ان کے شیوخ حدیث میں شیخ محمد یحییٰ شنقیطی، شیخ عبد الجلیل برّادہ علامہ سید احمد زینی دحلان، اور علامہ ارتضا گوپامئوی ہیں، ۱۲۸۵ھ میں حضرت شاہ محمد علی حبیب نصرؔ نے تحصیل علم حدیث کے لئے آپ کو پھلواری زحمت دی، اور تمام کتب صحاح و مسانید پڑھ کر سند حاصل کی، لیکن ان کو اس پوری مدت میں مدینہ کی لو لگی رہی، بالآخر ۱۲۸۸ھ میں مدینہ واپس گئے، اور بقیہ عمر مدینہ میں بسر کر کے ۲۶ رمضان ۱۲۹۵ھ میں جنۃ البقیع میں آسودۂ خاک ہوئے، تذکرہ نگاروں کے بقول مولانا وارستہ مزاج، اور بادۂ عشق نبویؐ سے سرشار رہتے تھے۔

اس خاندان کی دونوں شاخوں میں ریاضات شاقہ، اذکار و اشغال کے ساتھ ساتھ شاعری، اور کم سے کم سخن فہمی اور سخن شناسی کا ذوق متوارث رہا ہے، اس خاندان کے تیسرے شیخ طریقت حضرت شاہ ابو الحسن فردؔ (۱۱۹۱ — ۱۲۶۵ھ) اور ان کے صاحبزادہ شاہ محمد علی حبیب نصرؔ (متوفی ۱۲۹۵ھ) صاحب دیوان شاعر تھے، ان کا کلام ان کے درد و محبت کا غماز، اور ان کی باطنی کیفیات کا آئینہ دار ہے، خصوصاً عشق رسولؐ میں ان کی زبان سے جو اشعار نکلے ہیں، ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی کی زبان سے نکل سکتے ہیں، جس کو اس بادۂ محبت سے کچھ حصہ ملا ہو، مولانا شاہ محمد امام جنونؔ سے بھی بڑے آبدار اور جگر دار اشعار منقول ہیں، یہاں صرف ایک شعر پر کفایت کی جاتی ہے ؎

از گریباں چند تارے ماندہ است

اے جنوں دستے اکہ کارے ماندہ است

مولوی عبداللہ صاحب کے دادا مولانا شاہ محمد انس ابن مولانا شاہ نور احمد درسیات سے فارغ تھے، متوکلانہ زندگی تھی، درس و تدریس میں پوری زندگی گزاری، حضرت نصر کے مرید، اور حضرت شاہ بدرالدین صاحب امیر شریعت اول کے مجاز تھے، ۱۳۳۹ھ میں رحلت فرمائی، ان کے صاحبزادہ (اور مولوی عبداللہ صاحب کے والد) مفتی ابوالفضل محمد عباسؒ نے مولانا شاہ محی الدین صاحب امیر شریعت ثانی، مولوی منظور احمد صاحب اور مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم سے درسیات کی تکمیل کی، ان کو فقہ سے خاص مناسبت تھی، مسائل جزئیہ فقہیہ پر بہت اچھا عبور تھا، اس لئے محکمۂ دارالافتاء امارت شرعیہ بہار نے آپ کو مفتی کی حیثیت سے اپنے یہاں بلالیا، تمام عمر اسی خدمت پر مامور رہے، ۱۷ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ میں انتقال کیا۔

عزیزی مولوی عبداللہ عباس ندوی نے ابتداء میں مدرسہ قدیمیہ فرنگی محل میں تعلیم پائی، پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے، اور وہاں سے فراغت و تکمیل کی، ان کو شروع سے اپنے خاندانی اثر و فطری مناسبت سے عربی، فارسی، اردو کے ادب و شاعری سے خصوصی مناسبت تھی، اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بھی جہاں یہ مذاق سب پر غالب ہے، ان کو اس میں اپنے اماثل واقران میں امتیاز حاصل تھا، انھوں نے کئی سال تک دارالعلوم میں ادب عربی، اور تاریخ ادب کے مضامین پڑھائے، جس کے سلسلہ میں ان کو قدیم و جدید ذخیرے سے واقفیت کا موقعہ ملا، ۱۹۵۰ء میں وہ تبلیغ و دعوت، اور صحیح اسلامی فکر کی اشاعت کے لئے اپنے چند ندوی رفقاء کے ساتھ حجاز گئے،

اور وہاں مسلسل کئی سال قیام کیا، اسی دوران میں انھوں نے بعض عربی ممالک کے سفر بھی کئے،
کئی سال وہ سعودی ریڈیو اسٹیشن جدہ کے شعبۂ اردو کے انچارج رہے، پھر جب رابطۃ العالم
الاسلامی کا ١٣٨١؁ھ میں قیام عمل میں آیا، تو اس کے پہلے جنرل سکریٹری عالی مرتبت شیخ
محمد سرور الصبان (سابق وزیر مالیات حکومت سعودیہ) کی مردم شناس نگاہ نے ان کو رابطہ
کی خدمت کے لئے انتخاب کرلیا، اور منظمات اسلامیہ کا شعبہ ان کے سپرد کیا، اس خدمت
کے دوران انھوں نے اپنے علم کی پیاس بجھانے، اور اپنے کو زیادہ علمی خدمت کا اہل
بنانے کے لئے انگلستان کا سفر کیا، اور تقریباً تین سال وہاں رہ کر لیڈس یونیورسٹی
(LEEDS UNIVERSITY) سے عربی زبان کے ایک اہم لسانی پہلو پر تحقیقی مقالہ لکھکر
پی۔ ایچ۔ ڈی (PH.D) کی ڈگری حاصل کی، اس وقت سے وہ رابطہ سے متعلق ہیں،
گذشتہ دو سال سے ... رابطہ کا انگریزی ماہنامہ ان کی ادارت میں نکل رہا ہے، اسی کے
ساتھ وہ بعض کلیات میں عربی زبان کے اس مضمون پر جس پر انھوں نے تحقیق کی ہے لکچر بھی
دیتے ہیں۔

شعر و شاعری کا ذوق، سخن فہمی اور حب رسول ان کو اپنے خاندان سے میراث میں
ملی، خوش قسمتی سے ان کو شیخنا و مرشدنا حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس اللہ سرہ
سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہے، اور حضرت کی ان پر نظر عنایت تھی، اس طرح وہ
دونوں طرف سے اس ذوق سے بہرہ یاب ہوئے، جس کے بغیر نہ زندگی میں سوز پیدا ہو سکتا
ہے، نہ تحریر میں آب و رنگ۔

وہ عربی، اردو دونوں بڑی شگفتہ، اور قلم برداشتہ لکھتے ہیں، اردو میں ان کے
بعض مضامین، اور خاص طور پر ان کا مختصر، مگر دلچسپ، اور پر از معلومات سفرنامہ

"کچھ دن دیارِ غیر میں" بتاتا ہے کہ اگر وہ تصنیف و تالیف، اور اردو تحریر و انشاء کے میدان کی طرف پوری توجہ کرتے، تو اس میں خاصہ نام اور مقام پیدا کر سکتے تھے۔

انھوں نے یہ کتاب اسی ذوق کے تقاضہ، اور دل کی تحریک سے رمضان کی مبارک راتوں میں ترتیب دی، اور اس کا علم ان کے مخصوص دوستوں، اور خود مجھ کو بھی اس وقت ہوا جب کتاب مکمل ہو گئی۔

اس کتاب میں عربی نعت کا تعارف، اور اس کی مختصر تاریخ پیش کی گئی ہے، پھر عربی نعت کے عناصر ترکیبی، اور مرکزی مضامین کا تعارف کرایا گیا ہے، اور عربی میں نعت کا ابتدائی سرمایہ پیش کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں وہ قصائد کا تحلیل و تجزیہ بھی کرتے ہیں، اور کلام پر تبصرہ بھی، اشارات و تلمیحات کی تشریح بھی کرتے جاتے ہیں، اور لطافتوں اور ادبی باریکیوں کی طرف اشارہ بھی، متقدمین شراح اور ناقدین کے آراء و تائیدات بھی نقل کرتے ہیں، کہیں کہیں ہم مضمون عربی و اردو اشعار بھی پیش کرتے ہیں، قصیدہ "بانت سعاد" اور قصیدہ "بردہ" بوصیری پر انھوں نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے، اور ان دونوں قصائد کے شروح کا استیعاب و استقصاء کرنے کی کوشش کی ہے، ان کی تخمیس، تسدیس، تسبیع کرنے والوں کے نام، اور ان کے نمونے پیش کئے ہیں۔

انھوں نے اپنی اس کتاب کی ترتیب کے سلسلہ میں حجاز کے قدیم کتب خانوں سے بھی استفادہ کیا ہے، اور جدید ادبا کی نئی تصنیفات سے بھی، عربی اشعار کا اردو ترجمہ ایک بڑا مشکل کام ہے، انھوں نے یہ "ہفت خواں" بھی کامیابی سے سر کیا ہے، اسلام کی بنیادی تعلیمات کی روشنی میں کہیں کہیں ناقدانہ نظر بھی ڈالی ہے، پچھلی صدیوں کے نتائج فکر بھی پیش کئے ہیں، اس کتاب سے کئی ایسے نعت گو شعراء کا علم ہوتا ہے، جو اس حیثیت سے مشہور نہ تھے۔

پھر انھوں نے ایک دلچسپ عنوان "حق بحقدار رسید" کا قائم کیا ہے، اس کے تحت انھوں نے وہ اشعار پیش کیے ہیں، جو شعرا نے اپنے کسی ممدوح کے بارے میں جس کو نہ تاریخ نے یاد رکھنے کی ضرورت سمجھی، اور نہ ان کی ذات نے کوئی نقش چھوڑا، کہے تھے، لیکن ان کی اصل مستحق ذات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، ان کا دائرہ چونکہ عربی تک محدود ہے، اس لئے انھوں نے صرف عربی نمونوں پر اکتفا کی، اور اس میں بھی زیادہ استیعاب سے کام نہیں لیا، لیکن فارسی و اردو میں بھی ایسے متعدد اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں، جن کو اگر کوئی ناواقف لیکن صاحب ذوق سنے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کر سکتا کہ اسی ذات ستودہ صفات کے متعلق ہیں، جس کے متعلق حضرت حسانؓ نے کہا ہے ؎

وأجمل منك لم ترقط عيني وأحسن منك لم تلد النساء

خُلقت مبرءاً من كل عيب كأنك قد خُلقت كما تشاء

اس سلسلہ میں ایک اردو کا اور ایک فارسی کا شعر پیش کیا جا سکتا ہے، غالب کا یہ مشہور شعر کسی نواب تجمل حسین خاں کے لئے ہے، جن کو آج کوئی نہیں جانتا، لیکن اس کی اصل مستحق ذات نبویؐ ہے، اور بہت سے مقررین و اہل قلم نے اس شعر کو اسی موقعہ پر پڑھا اور لکھا ہے ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

اسی طرح فارسی کا مشہور شعر ممکن ہے کسی معاصر ممدوح کے لئے کہا گیا ہو، لیکن اس کی اصل مصداق ذات نبویؐ ہی ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

مصنف نے ہندوستانی نعت گو شعراء کو اس کتاب میں نہیں لیا، جنھوں نے عربی میں نعتیہ قصائد لکھے، اور ان کی فہرست طویل ہے، ان میں حسان الہند مولانا غلام علی آزاد بلگرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جنھوں نے اس موضوع پر بڑی نکتہ سنجیاں کی ہیں، اور داد شاعری دی ہے، شیخ عبدالمقتدر کندی، شیخ احمد تھانیسری، حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، اور ان کے بعد کے کئی شعراء اس بزم میں شریک ہونے کا حق رکھتے ہیں، مقدمہ لکھنے کے وقت تک اس باب کا اضافہ نہیں ہوا ہے، امید ہے کہ وہ یا تو اس کتاب میں اس کا اضافہ کریں گے، یا اس پر مستقل کتاب لکھیں گے، کہ یہ حصہ کسی طرح نظرانداز کرنے کے قابل نہیں، اور ان پر اس کا وطنی اور مادری حق ہے۔

ہمارے علم میں کم سے کم اردو میں یہ پہلی کتاب ہے، جو اس تفصیل، اور محنت و لیاقت سے لکھی گئی، امید ہے کہ قدر و عظمت کے ہاتھوں سے لی جائے گی، اور عقیدت و محبت کی آنکھوں سے پڑھی جائے گی۔

ابوالحسن علی ندوی

دائرہ شاہ علم اللہ حسنی

یکم جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ

۲۳ جون ۱۹۷۶ء

پیش لفظ

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے محبت و وابستگی حاصلِ دین ہے، پیمانۂ ایمان ہے اور اخلاص و صداقت کا معیار ہے، یہ تعلق جس قدر پختہ، گہرا اور راسخ ہوگا، اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، شریعت اسلامیہ سے وفاداری، عقیدۂ توحید میں پختگی اور ایمان میں ثابت قدمی نصیب ہو گی، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لا یکون احدکم مؤمنا حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔[1]

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اپنے باپ اپنے بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ کو محبوب نہ رکھے۔

حق تعالیٰ جل شانہ کی وحدانیت پر ایمان، ذات و صفات میں اس کو ہر شبہ و مماثلت سے بری اور بلند و پاک سمجھنا، امید و خوف کا تنہا اور بلا شرکت غیرے صرف اسی کو مرجع و مرکز باور کرنا،

---

[1] صحیحین۔ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔

اسلامی عقیدہ کا سنگ بنیاد ہے، لیکن اس توحید خالص کی یافت اور اس عقیدہ کا زندگی کے تمام اعمال میں رچ جانا اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس راہ کے سالار کارواں ہادیٔ برحق صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کامل نصیب ہو، اور جس اتباع کے بغیر کوئی تعلق معتبر نہیں ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

(اے رسول) کہہ دیجیے کہ (اے لوگو!) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو (اور اگر تم ایسا کروگے تو) اللہ تعالے تم کو پسند فرمائے گا۔

لیکن وہ اتباع مصنوعی اور بے جان ہوتی ہے، جس کی بنیاد محبت اور شخصی وابستگی پر نہ ہو، اور ایسی اطاعت دیرپا نہیں ہوتی، ایک خاص زمانہ تک کسی مجبوری کے تحت یا کسی وقتی امید کی بنیاد پر تو ممکن ہے، مگر وہ اتباع جو زندگی کا شعار بن جائے، "دل چاہے" یا "نہ چاہے" ہر حال میں قائم رہے، اس کے لئے محبت اور شخصی وابستگی ضروری ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیا تو اسی بات کا عہد کیا تھا کہ دل چاہے یا نہ چاہے ہم ہر حال میں آپ کی اتباع کریں گے۔

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی أن نتبعہ منشطاً ومکرھا۔

ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی بیعت کی ہے کہ ہم ان کی اتباع ہر حال میں کرتے رہیں گے خواہ طبیعت آمادہ ہو یا دل اچاٹ ہو۔

قرآن کریم کے اولین مخاطب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے، ان سے زیادہ توحید کی حقیقت سمجھنے والا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، انھوں نے اس عقیدہ کے لئے جان ومال،

اولاد، عزت، گھر بار سب کچھ قربان کیا تھا، ان کا عقیدہ فنی مو شگافیوں کا رہین منت نہیں تھا، منطقی داؤں پیچ وہ نہیں جانتے تھے، الفاظ و اصطلاحات کی پیدا کردہ الجھنوں سے وہ آزاد تھے، ان حضرات نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک پیغام رساں نہیں سمجھا تھا جس کا کام صرف اس قدر ہو کہ وہ پیغام پہنچا کر بری الذمہ ہو جائے، بلکہ وہ حضور اکرم کو اپنی محبتوں کا مرکز سمجھتے تھے، محبوب و مطاع، آقا و مخدوم سمجھتے تھے، حضور کی ذات سے جو ان کو شیفتگی تھی، اس کی ایک جھلک، عروہ بن مسعود الثقفی کے اس بیان سے ظاہر ہے، جس کی حیثیت ایک رپورٹ کی تھی، ان کو صلح حدیبیہ سے پہلے قریش نے اپنا سفیر بنا کر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھیجا تھا، اور ہدایت کی تھی کہ مسلمانوں کی حالت غور سے دیکھیں اور قوم کو آ کر بتائیں، عروہ نے واپس آ کر یہ بیان دیا۔

"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو وضو کے بچے ہوئے پانی پر صحابہ یوں گرے پڑتے ہیں کہ گویا اب لڑ پڑیں گے، حضور اکرم کے دہن پاک سے جو شئے نکلتی ہے اس کو زمین پر گرنے نہیں دیتے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے، جسے وہ سر پر مل لیتے ہیں، حضور اکرمؐ کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب دوڑ پڑتے ہیں، حضور اکرمؐ کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور اکرمؐ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے۔"

عروہ نے مزید کہا:۔

"لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے، اور قیصر کا دربار بھی دیکھا ہے اور نجاشی کا دربار بھی دیکھا ہے، مگر اصحاب محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) جو تعظیم محمدؐ کی کرتے ہیں، وہ تو کسی بادشاہ کو خود اس کے دربار اور ملک میں بھی حاصل

نہیں ہے[۱]۔

حضرت عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مجھے کوئی پیارا نہ تھا، مگر میرے دل میں حضور اکرمؐ کا جلال اس قدر تھا کہ میں آنکھ بھر کر حضورؐ کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔"

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تمہاری محبت کیسی تھی؟ فرمایا، "بخدا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو مال، اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب تھے، اور اس سے زیادہ ان کی طلب ہمارے دلوں میں تھی، جتنی ایک پیاسے کو ٹھنڈے پانی کی طلب ہوتی ہے۔"

ایک اور صحابی کا ذکر ہے کہ "وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضور اکرمؐ کی جانب ٹکٹکی لگائے دیکھتے رہتے، حضور اکرمؐ نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ بولے میں سمجھتا ہوں کہ دنیا ہی میں اس دولتِ دیدار کی بہاریں سمیٹ لوں آخرت میں حضورؐ کے مقام بلند تک میری رسائی بھی نہ ہو گی، اس پر یہ آیت اتری۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ[۲]"	جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو گا جن پر خدا کا انعام ہوا۔

صحابہ کرامؓ کے اس تعلق و وابستگی کو بیان کرنے کے لئے ہم اپنے الفاظ کے محدود ذخیرے میں صرف "عشق" کا لفظ پاتے ہیں، جس سے کسی درجہ اس کیفیت کی ترجمانی ہو سکتی ہے، جو ان کے اندر پائی جاتی تھی، انھوں نے اس "عشق" کا اظہار الفاظ سے کم اور اپنے عمل سے زیادہ کیا تھا جانیں بھی قربان کر کے اس دولت بیدار کو حاصل کیا تھا۔

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین نے آپؐ کی احادیث شریفہ کو سینوں سے لگایا، اپنی عمریں اس جستجو میں صرف کر دیں کہ آپؐ نے کیا فرمایا اور کن الفاظ میں فرمایا، آپ کے شمائل کی تدوین کی

---

[۱] زرقانی ج ۶ ص ۲۹۰ طبع مصر [۲] ترمذی ج ۲ باب التفسیر

ایک ایک قول کو جمع کیا ایک ایک بات کو پرکھا، جانچا، ایک ایک جملہ کے باریک سے باریک فرق کو قلمبند کیا، یہ سب کاوشیں بغیر شخصی تعلق اور اس محبت کے ناممکن تھا جس کو عشق کہا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت، شمائل، اخلاق وعادات، پسند اور ناپسند کو بھی اس جذب وشوق سے یہ حضرات مدون کرتے رہے، اور اپنی زندگیاں صرف کرتے رہے مقصود ان سب بزرگوں کا یہی تھا، کہ ذات گرامی سے وابستگی ہمیشہ بڑھتی رہے، آتش شوق زندگی کی ہر سانس کے ساتھ ترقی پذیر رہے، محبت نبویؐ کا یہ چراغ کبھی مدھم نہ ہو اور یہ شعلہ کبھی سرد نہ ہونے پائے۔

جن حضرات کی طبیعتیں موزوں تھیں وہ اشعار اور نظموں کی شکل میں اپنی کیفیات قلبی کا اظہار کرتے رہے، یہ سلسلہ بھی عصر اول سے اب تک قائم ہے، اس نوع کی شاعری کو عربی میں "المدائح النبویۃ" اور اردو و فارسی میں اس کو "نعت" کہا جاتا ہے، نعت کے لفظی معنی صفت کے ہیں، اور سچ یہی ہے کہ صفت تو دراصل انہی کی صفت ہے، جن کے اندر کائنات کا تمام جمال پورے کمال کے ساتھ موجود ہے، جیسے حدیث کا ترجمہ بات یا گفتگو ہے، مگر اصطلاح میں انہی کی بات کو حدیث کہتے ہیں، جن کی بات میں کائنات کی تمام سچائیاں جمع ہیں۔

رمضان کی شہہائے مبارک میں راقم نے اپنے لئے سعادت سمجھی کہ عربی میں جو کچھ اس صنف میں کہا گیا ہے، اور جہاں تک اس کوتاہ بیں و کم سواد کی رسائی ہو سکے اس کے نمونے ترجمہ و تشریح کے ساتھ جمع کر دے، اس لئے نہیں کہ اردو میں اس طرح کے کتب و مضامین کی کوئی کمی ہے یا سیرت و شمائل، ذوقیہ مضامین، حب نبوی پیدا کرنے والے مقالات اور کتابوں میں کوئی نقص رہ گیا ہے، جس کی تکمیل ان صفحات میں مقصود ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اہل دل بزرگوں نے جو کچھ لکھ دیا ہے، اس کی نورانیت سے تو ایک کم سواد کی تحریر کوئی نسبت نہیں رکھتی، ان کے صدق احساس اور جذب کامل کا

اگر ہلکا سے ہلکا اثر بھی ان سطور پر پڑ جائے تو وہ ممدوح پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا فیض ہے، جس کا متوقع بجا طور پر ہر امتی ہے۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ ان صفحات کی تسوید کا مقصد آپ کی کسی علمی ضرورت کی تکمیل نہیں ہے بلکہ مقصود ہے تکمیل اپنی آرزو کی اور اظہار ہے اپنے حوصلہ کا، ایک روسیہ امتی مداحان نبی کی کفش برداری کے بہانے اس محفل میں در آئے جہاں رسائی کی تمنا زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہے، اور یہ کہ کسی نہ کسی بہانے بات ان کی ہوتی رہے، ذکر ان کا ہوتا رہے، اور کسی درجہ میں بھی وابستگی اس در دولت سے رہے ؎

لاگ گر دل کو نہیں، لطف نہیں جینے کا
الجھے سلجھے کسو[1] کاکل کے گرفتار رہو (خواجہ میر دردؒ)

عبداللہ عباس ندوی

مکہ مکرمہ۔ شب ۲۱ر رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

---

[1] "کسو کاکل" کو "اسی کاکل" پڑھ کر اپنے حسب حال کر لیا کرتا ہوں۔

اس کتاب سے متعلق چند ضروری توضیحات

۱۔ عربی اشعار نمبر دے کر مسلسل نقل کیے گئے ہیں، تاکہ عربی داں حضرات ترجمہ کی سطور سے الجھن میں نہ پڑیں اور براہ راست محظوظ ہوسکیں غیر عربی داں حضرات کے لئے ترجمہ شعروں پر دیئے ہوئے نمبر کی ترتیب سے موجود ہیں۔

۲۔ ترجمہ مفہوم خیز کیا گیا ہے تاکہ شاعر جو کہنا چاہتا ہے، وہ واضح ہوسکے۔

۳۔ قصائد مکمل اور مسلسل نقل نہیں کئے گئے ہیں، بلکہ منتخبات پر اکتفا کیا گیا ہے، ایک قصیدہ کے اندر درمیان میں ذیلی لکیر سے یہ اظہار مقصود ہے کہ چند اشعار کے بعد جن کو نقل نہیں کیا گیا ہے، یہ شعر آتا ہے۔

۴۔ جس قصیدہ کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علامہ نبہانی کے مجموعہ سے نقل کیا گیا ہے، اور جہاں حوالے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ براہ راست ان مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۵۔ عربی شاعری میں چند اصطلاحیں ایسی ہیں، جن کا مفہوم اردو میں مختلف ہے، مثلاً اردو میں تضمین کے معنی ہیں کسی مصرعہ پر گرہ لگانا، اس کو عربی میں "تشطیر" کہتے ہیں، اور تضمین کا مفہوم ہے، ہر مصرعہ کے چند الفاظ کو رد و بدل کر دینا، اردو میں معارضہ اختلاف کے معنی میں مستعمل ہے، عربی میں کسی قصیدہ کے وزن اور قافیہ پر دوسرا قصیدہ کہنا مراد لیا جاتا ہے۔

اس کتاب میں یہ اصطلاحات عربی مفہوم کے لحاظ سے استعمال کی گئی ہیں۔

عربی نعت کا تعارف اور اس کی تاریخ

نعت کا عنوان اردو میں ان اشعار کے لئے مخصوص ہے، جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کہے جاتے ہیں، عربی میں یہ لفظ صفت کا مرادف ہے، اور ایک نحوی اصطلاح ہے۔

عربی میں اس مقصد کے لئے "مدح" کا لفظ مستعمل ہے، اور یہ عام ہے، نظم و نثر دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، اور انبیاء، و اولیاء یا عام انسان ہوں ہر ایک کی تعریف و ستائش اسی ضمن میں آتی ہے۔

کسی انسان کی خوبیاں اگر اس کی زندگی میں بیان کی جائیں تو اس کو مدح کہا جائے گا اور اگر اس کے مرنے کے بعد اس کے اوصاف و مناقب کا ذکر کیا جائے تو اس کو مرثیہ کہتے ہیں، لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے، آپؐ کی وفات کے متصلاً بعد آپؐ کی شان میں جو قصیدے کہے گئے جیسے حضرت حسانؓ اور حضرت ابن رواحہؓ کے کہے ہوئے اشعار یا وہ اشعار جن کی نسبت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی طرف کی جاتی ہے، ان کے لئے تو علمائے ادب و سیرت نے مرثیہ کا لفظ استعمال کیا ہے، کیونکہ ان اشعار میں آپؐ کی

جدائی سے پیدا ہونے والے تاثرات کا ذکر ہے، لیکن ان چند قصائد اور متفرق اشعار کو چھوڑ کر جو بھی آپؐ کی شان میں کہا گیا یا کہا جا رہا ہے گا وہ سب مدح کے ضمن میں آئے گا، اس خصوصیت کا سبب یہ ہے کہ انبیائے کرام اور شہداء و صالحین اپنے رب کے حضور زندہ اور اس کے انعامات کی دولت سے ہمیشہ بہرہ مند رہتے ہیں، اور جہاں تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے آپؐ کا نام اور کام ہمیشہ زندہ اور تابندہ ہے، اور رہے گا، بقول حضرت محسن کاکوروی ؎

تا ابد دور محمد کا ہے روز اول

عربی کی مدحیہ شاعری میں عام طور سے جود و سخا کے مضمون کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اور شاعر کی نکتہ آفرینی، بذلہ سنجی، اور مہارت فن اسی محور کے گرد گھومتی ہے، سخاوت کے ضمن میں حلم و کرم، وسعت قلبی، عالی ظرفی، خاندانی عزت و وقار کا بھی ذکر ملتا ہے، جاہلی شعراء کے بعد اسلامی شعراء نے اس صنعت کو ترقی دی اور ممدوح کے ظاہری حسن و جمال کے مضمون کو بھی اہمیت حاصل ہو گئی، ظاہری حسن و جمال سے مقصود اس طرح کے سراپا کا بیان نہیں ہے، جو غزل و نسیب کی شاعری میں محبوبہ کے لئے مخصوص ہے، بلکہ وہ تاثر مراد ہے، جو ممدوح کو ایک نظر دیکھتے ہی کسی صاحب نظر کے قلب پر ہوا کرتا ہے، مثلاً ایک یہودی کا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی یہ کہنا کہ ؎

ھذا لیس وجہ کاذب[1] یہ چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہو سکتا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں جو اشعار کا ذخیرہ ہمیں ملتا ہے، ان کے عناصر میں جود و سخا اور جمال ظاہری کے علاوہ آپؐ کے معنوی احسانات (ہدایت بخشی، قرآن کریم کا

---

[1] شفا قاضی عیاض ج ۱ ص ۱۰۵ بحوالہ باب صفۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم صحیح بخاری۔

عطیہ، تکمیل دین کی طرف رہنمائی وغیرہ) کا عنصر بھی داخل ہے، آخر صدیوں کے شعراء نے ان مضامین میں مزید اضافہ کیا کہ اپنے جذباتِ فدویت، فنائیت اور ذات گرامیؐ سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے اپنا دلی تعلق ظاہر کیا جس کی وجہ سے کلام میں نرمی، گداز اور سوز کا عنصر بڑھ گیا۔

عربی میں شاعری کی اس صنف (مدح نبویؐ) پر کوئی مستقل کام نہیں ہوا ہے، ڈاکٹر زکی مبارک اپنی کتاب "المدائح النبویہ فی الادب العربی" میں لکھتے ہیں:۔

"قدماء اور متاخرین میں سے کسی نے بھی اس فن (عربی میں نعتیہ کلام) کی تاریخ پر توجہ نہیں کی کیونکہ جن شعراء نے اس موضوع پر طبع آزمائی کی تھی، ان کا شمار زیادہ مشہور اور قادر الکلام شعراء میں نہیں ہوتا ہے، نیز یہ کہ تاریخ میں یہ مضمون بکثرت نہیں ملتا ہے، شعر کے دوسرے اصناف جیسے منظر نگاری، غزل ونسیب اور وہ صنف جس میں بہادری کے کارناموں کا بیان (حماسہ) ہوتا ہے، وہ حیثیت ان مدحیہ قصائد کو نہیں دی گئی جو رسول کریمؐ کی شان میں کہے گئے، یہ موضوع صوفیہ کے حلقوں تک محدود رہا، دوسروں نے بہت کم توجہ دی، لیکن جس قدر مواد بھی موجود ہے، وہ اس کا مستحق ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے، کیونکہ اس صنف کی کچھ خصوصیات ہیں، اور انھیں سامنے آنا چاہیے، جن شعراء نے اس صنف کو اپنایا تھا، ان کے دینی اور اخلاقی . . . . مقاصد تھے، ان کو گوشۂ گمنامی سے نکالنا ضروری ہے۔"[1]

یہ کتابچہ جس کا اقتباس ابھی پیش کیا گیا، مصر کے ایک معاصر صاحبِ علم کی کاوش و جستجو

---

[1] المدائح النبویہ فی الادب العربی ص ۱۵ مطبوعہ دار الشعب قاہرہ ۱۹۷۱ء

کا نتیجہ ہے، جو اپنی تحقیقی تالیفات اور ادب عربی میں وسیع النظر ہونے کی حیثیت سے مشہور اور اپنے غیر مانوس افکار و نظریات کی وجہ سے بدنام ہیں، افسوس کہ یہ کتابچہ بہت ہی غیر مربوط اور غیر متعلق بحثوں پر مشتمل ہے، خاص نعت کی شاعری پر تو کچھ بھی مواد نہیں ملتا البتہ مرثیہ اہل بیت کے کافی نمونے درج ہیں، اور مصنف کو اصرار ہے کہ ان کو بھی نعتوں میں شامل کیا جائے جو مہیار الدیلمی، فرزدق، دعبل اور الشریف الرضی نے شہید کربلا، اور دوسرے اہل بیت کے اوصاف میں کہے ہیں جو نمونے انھوں نے دیئے ہیں، وہ بھی بہت ناقص اور تشنہ ہیں، مصر میں پڑھی جانے والی میلاد کی کتابوں کے اقتباسات زیادہ ہیں، اور اس سے زیادہ مصنف کے ذاتی خیالات ہیں، مثلاً عصر اموی میں نعت کہنا حکومت وقت سے بغاوت کے مرادف تھا، اس لئے جن لوگوں نے اس عصر میں اہل بیت رسول اللہ کی شان میں قصیدے لکھے، وہ بہت باہمت اور بلند کردار تھے، نیز یہ کہ کمزوری اور محکومیت لوگوں کو زہد اور دینداری، اخلاقی اصول اور شرافت وانسانیت کے تقاضوں کو بیان کرنے پر مائل کرتی ہے، صاحب ثروت و حکومت کبھی ان اخلاقی مواعظ کے حاجتمند نہیں ہوتے، غرض ڈاکٹر زکی مبارک کی کتاب میں نعت کے علاوہ وہ سب کچھ ہے جسے وہ کہنا چاہتے تھے۔

البتہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے (جو بیروت کے ایک صوفی منش، صاحب علم مسلمان اور محکمۂ قضا کے کسی اعلیٰ عہدے پر مامور تھے) ۱۳۲۰ھ میں "المجموعة النبهانية فی المدائح النبوية" کے نام سے۔۔ چار جلدوں میں عربی میں کہی جانے والی نعتوں کو جمع کیا ہے اور بڑی کاوش سے استنبول، قاہرہ، اسکندریہ، دمشق اور حجاز کے کتب خانوں سے تلاش کر کے نعتیہ کلام جمع کیا ہے کسی قصیدے کے کئی نسخے ملے تو ایک کو دوسرے سے مقابلہ کر کے انھیں مرتب کیا ہے، کتاب کی ترتیب زمانے یا شعراء کے مدارج پر نہیں بلکہ قوافی پر رکھا ہے، جیسا کہ اکثر دواوین شعراء کو ترتیب دیا جاتا ہے، سرورق پر مرتب نے لکھا ہے کہ:۔

"جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کی اس عالم میں نظیر نہیں پیش کی جاسکتی اسی طرح اس مجموعہ کی بھی کوئی نظیر نہیں ملے گی جس میں ان اوصاف حمیدہ پر مشتمل قصائد جمع کئے گئے ہیں۔"

تعجب ہے کہ ڈاکٹر زکی مبارک نے اس مجموعہ سے استفادہ نہیں کیا، اگر ان کو اس مجموعہ کی اطلاع ہی نہیں تھی، تو یہ افسوس کی بات ہے، جبکہ "دار الکتب المصریہ" میں اس کے نسخے موجود ہیں، اور اگر انھوں نے اس کو قابل ذکر نہیں سمجھا تو زیادہ افسوس کی بات ہے کیونکہ انھوں نے مصر کے دیہاتوں میں مروجہ میلاد کی کتابوں اور اس کی بے سند روایات اور مبالغہ آمیز حکایات کو نہ صرف یہ کہ نقل کیا بلکہ ان کی حمایت اور ان کے رائج رکھے جانے کی وکالت بھی کی ہے۔

اور نبہانی کا مجموعہ تو تلاش و مقابلہ کے بعد مرتب کیا گیا ہے، ہر قصیدہ کا حوالہ موجود ہے البتہ غیر متعلق مباحث، فلسفہ آرائی سے پاک ہے، شاید یہی اس کا عیب سمجھا گیا ہو۔

اس زیر ترتیب کتاب کا مقصد یہ ہے کہ غیر عربی داں اصحاب ذوق کو عربی میں نعتیہ شاعری کے انداز بیان مضامین اور اس کے ارتقاء کا اندازہ ہوسکے۔



عربی میں نعت کا ابتدائی سرمایہ

ابوطالب کی نعتیں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں سب سے پہلے جس نے زبان کھولی وہ آنحضرت کے مربی و محسن عم نامدار ابوطالب ہیں، اس زمانہ میں شعر کی بڑی اہمیت و قیمت تھی' جس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ چند شعر ایک بڑی جنگ کی آگ بھڑکا سکتے تھے، یا لگی ہوئی آگ کو بجھا سکتے تھے' اشعار اس زمانہ میں اشتہار کا درجہ رکھتے تھے، اور اکثر ان سے وہ کام لیا جاتا تھا، جو موجودہ زمانے میں وسائل اطلاعات (INFORMATION MEDIA) سے لیا جاتا ہے' اعلانِ نبوت کے بعد قریش نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر کس لی تھی' ابوسفیان نے اس کو بنی امیہ کے خلاف بنو ہاشم کی سازش سمجھ رکھا تھا، ابوطالب نے خواہ بھتیجے کی حمایت کے جوش میں یا قبائلی تعصب اور خاندانی منافست کے جذبہ میں بہر حال نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت پر تمام افراد بنی ہاشم کو متحد کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی' اسی کوشش کی ایک کڑی یہ تھی کہ انھوں نے چند پرجوش اشعار میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کی اور اپنے خاندان (بنو ہاشم) کی خصوصیات کا ذکر کیا۔

"سیرۃ النبی" میں ابن ہشام نے اس قصیدہ کے سات شعر نقل کئے ہیں، جن کو ہم سب سے پہلی نعت قرار دے رہے ہیں، کیونکہ اس قصیدہ سے پہلے کا کوئی ایسا کلام نہیں ملتا جس میں براہ راست نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت یا مدح ہو۔ اس قصیدہ کے ابتدائی تین شعر یہ ہیں:۔

اذا اجتمعت یوماً قریش لمفخرٍ — فعبدُ مناف سرّھا وصمیمھا

وان حصلت اشرافُ عبد منافھا — وفی ھاشم اشرافھا وقدیمھا

وان فخرت یوماً فانّ محمداً — ھو المصطفٰی من سرّھا وکریمھا

ان تینوں اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ:۔ اگر قبیلہ قریش کے افراد کبھی یہ طے کرنے کے لئے جمع ہوں کہ ان کا سرمایۂ فخر کیا ہے؟ تو ان کو معلوم ہو گا، ان کے اندر جو عبد مناف کی شاخ ہے، وہی اس پورے قبیلہ کی روح رواں اور اصل ہے، اور اگر عبد مناف کے سردار اکٹھا ہو کر جستجو کریں کہ ان کی عظمت کا راز کیا ہے تو وہ بنو ہاشم میں اپنی سربلندی اور اصلیت کا سراغ پائیں گے اور بنو ہاشم کسی بات پر فخر کرنا چاہیں تو ان کو معلوم ہو گا کہ محمدؐ ان سب میں منتخب ترین، پسندیدہ ترین، باعثِ عظمت و سربلندی ہیں۔ اس قصیدہ کے بقیہ چار شعروں کا رُخ اہل قریش کی طرف ہے۔

تداعت قریشٌ غثّھا وسمینُھا — علینا، فلم تظفر وطاشت حلومُھا

وکنّا قدیماً لا نقرّ ظلامۃً — اذا ما ثنوا صُعرَ الخدود نقیمھا

ونحمی حماھا کلّ یومِ کریھۃٍ — ونضرب عن اجحارھا من یرومھا

بنا انتعش العود الذواء وانما — باکنافنا تندی وتنمی ارومھا[1]

یعنی قبیلہ قریش کے اچھے بُرے سب ہی ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں، لیکن وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئے اور ان کے داناؤں کی دانائیاں ہوا میں اڑ گئیں، ہم لوگ وہ ہیں جنھوں نے کبھی بھی

---

[1] سیرۃ النبی لابن ہشام ج ۱ ص ۱۵۶ طبع بیروت ۱۹۶۹ء

"مظلومیت" کی حالت اپنے لئے قبول نہیں کی اور دشمنوں نے جب ہم سے منہ ٹیڑھا کیا تو ہم نے انھیں سیدھا کر دیا، ہم اپنے خاندان کے ناموس کے محافظ ہیں، جنگ کے مواقع پر ہمارے قلعوں پر جس نے نگاہ اٹھائی اس کو ہم نے مار بھگایا (حالات امن و دوستی میں) ہم وہ ہیں، جن کے سائے میں خشک ٹہنیاں بھی نہال ہو جاتی ہیں، اور اس کی جڑیں نرم اور بار آور ہونے لگتی ہیں، اس قصیدہ کے آخری شعر "بنا انتعش العود الذواء..." سے اردو کا یہ شعر لفظ و معنی دونوں میں بہت قریب ہے ؎

سرسبز ہو وہ سبزہ جو تیرا پائمال ہو
ٹھہرے تو جس شجر کے تلے وہ نہال ہو

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت میں جناب ابوطالب کے اور اشعار بھی ملتے ہیں، خاص طور سے ایک طویل قصیدہ جس کا مطلع ہے ؎

ولما رایتُ القوم لا وُدَّ فیھم　　　وقد قطعوا کل العری والوسائل[1]

(جبکہ میں نے دیکھ لیا کہ لوگوں میں انس و محبت نہیں رہی اور تمام وسائل اور ہر کڑی وہ توڑ چکے)

اس قصیدہ کے ۹۵ شعر ہیں، اور اس کا موضوع یہ ہے کہ ابوطالب نے اہل قریش کو جنگ سے باز رہنے کی دعوت دی ہے، جنگ سے پیدا شدہ مصائب کو جتلایا ہے، آپس کی خوں ریزی کے نقصانات گنائے ہیں، یہ بیان کرتے ہوئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جب ذکر کرتے ہیں تو قدرتاً ان کا جوش بڑھ جاتا ہے، اور آپ کی مدح میں ایک شعر ایسا زبان سے نکلتا ہے، جو ہزاروں قصیدوں پر بھاری ہے ؎

وأبیض یستسقی الغمام بوجھہ　　　ثمال الیتامی عصمۃ للأرامل

(وہ روشن و تابناک چہرے والے جن کے صدقے میں بادلوں سے پانی مانگا جائے، وہ یتیموں کے والی

---

[1] ابن ہشام ج ۱ ص ۲۰۱۔

اور بیواؤں کے سرپناہ ہیں)

اس شعر میں دو لفظ "ثمال" اور "عصمۃ" کے آئے ہیں، جن کا مفہوم ایک لفظ میں بیان کرنا مشکل ہے، دوسرے اس شعر میں کچھ اور حُسن بھی ہے، ان کی طرف اشارہ ضروری ہے "ثمال" (بالکسر) فریاد رس، سہارا، جس پر شدت و مصیبت کے وقت بھروسہ کیا جائے، کو کہتے ہیں، "لسان العرب" میں اس کی مثال یہ دی ہے" فلاں شخص فلاں قوم کا ثمال ہے، یعنی وہ اس کا ایسا ستون ہے، جس پر اس کی عمارت قائم ہے۔[1] ابو طالب کے شعر میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ثمال الیتامیٰ کہا گیا ہے، یعنی یتیموں (بے سہارا افراد) کے صرف آپ ہی سرپناہ ہیں، سرپناہ سے زیادہ وضاحت انگریزی کے لفظ (SUSTAINER) سے ہوتی ہے، کیونکہ اس کے مفہوم میں خبر گیری، اس کی صلاحیتوں کو ابھار کر بروئے کار لانا بھی شامل ہے۔

اسی طرح "عصمۃ" کا لفظ ہے جس کے عربی میں معنیٰ" روک، بچاؤ، حفاظت" کے ہیں، عرب کہتے ہیں، فلاں عورت اپنے باپ کی عصمت میں ہے یا اپنے شوہر کی عصمت میں ہے، اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اس عورت کے لئے ڈھال اور سپر ہے کوئی بری نگاہ سے اس کو دیکھ نہیں سکتا، اس کی ضروریات کا وہ کفیل ہے، اور اس کے ناموس کا محافظ ہے، بیوہ عورت جو اپنے "عاصم" سے محروم ہو چکی ہے آنحضرت اس کے "عاصم" ہیں، قرآن کریم میں آیا ہے۔

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ — آج اللہ کے حکم سے بچانے والی کوئی شے نہیں ہے البتہ وہ شخص بچے گا جس پر اللہ نے رحم کیا ہو۔

لسان العرب میں ابن منظور نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے "لا معصوم إلا المرحوم"[2] یعنی بچا ہوا وہی ہے، جس پر رحم کیا گیا ہے۔

---

[1] لسان العرب مادہ ثمل [2] ایضاً مادہ عصم

اس شعر کا ایک حسن یہ بھی ہے کہ پہلے مصرعہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ کی ذات ایسی بابرکت ہے کہ آپ کے چہرہ انور کے صدقے میں بارش کی طلب کی جاتی ہے، بارش سے سب سیراب ہوتے ہیں، دوست دشمن ہر ایک کی کھیتی نہال ہوتی ہے، گویا آپ کا وجود پاک ہر ایک کے لئے رحمت و برکت ہے، دوسرے مصرعہ میں کمزوروں، بے سہارا لوگوں کا آپ کو والی و سرپرست بتایا گیا ہے، کیونکہ یتیم اور بیوہ بے چارگی اور کس مپرسی کے لئے رمز (SYMBOL) کا درجہ رکھتے ہیں، یہاں دونوں مصرعوں میں ایک لطیف ربط ہے۔

ابن نباتہ مصری جو کہ خود ایک صاحب ذوق، بلند پایہ ادیب اور مداحین نبی میں قابل ذکر درجہ رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ "یُستسقیٰ الغمامُ" کو بجائے مجہول کے معروف صیغے سے پڑھنا ہوئے[1] یعنی "یَستسقِی الغمامُ" جس کا مطلب یہ ہوتا ہے، خود بادل آپ کے چہرۂ انور کے صدقے برسنے کی اجازت چاہتا ہے۔

اس شعر کی ایک اور خصوصیت ہے، جو سب پر بھاری ہے، وہ یہ کہ اس کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سند قبولیت مل چکی ہے۔

ابن ہشام لکھتے ہیں "مجھے صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط آگیا اہل مدینہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر دعا کی درخواست کی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ابھی منبر سے اترے بھی نہ تھے کہ اسقدر تیز بارش ہونے لگی کہ کھلے میدانوں کے رہنے والے ڈرنے لگے کہ کہیں سیلاب نہ آجائے، اور وہ ڈوب نہ جائیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ صورت حال سنی تو دعا فرمائی "اللھم حوالینا ولا علینا" پھر بادل چھٹ گئے اور آس پاس کی پہاڑیاں کسی عمامہ کی کلغی

---

[1] عمران النابلسی، دیوان ابن نباتہ طبع قاہرہ ۱۳۴۲ھ ص ۸

کی طرح نظر آنے لگیں، اس پر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ابو طالب یہ دن دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، ایک صحابی نے عرض کیا، شاید یا رسول اللہ آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للأرامل

فرمایا بیشک۔[1]

اس قصیدہ کے مزید چند شعر سنئے جو محبت و دلسوزی کے جذبات سے لبریز ہیں، یہ اشعار جو نقل کئے جا رہے ہیں، ان سے پہلے یہ مضمون ہے کہ اہل قریش مطالبہ کر رہے ہیں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی حمایت سے ہم باز آجائیں، یا مکہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں ؎

۱۔ کذبتم وبیت اللہ نترک مکۃ ونظعن الا امرکم فی بلابل

۲۔ کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا ولما نطاعن دونہ ونناضل

۳۔ ونسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل عن ابنائنا والحلائل

۱۔ بیت اللہ کی قسم تم لوگ غلط سمجھتے ہو کہ ہم مکہ چھوڑ دیں گے اور یہاں سے کوچ کر جائیں گے، یہ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم سب خود ہی کشمکش میں مبتلا ہو۔

۲۔ تم غلط سمجھتے ہو، بیت اللہ کی قسم! کہ ہم محمد کو مغلوب ہونے دیں گے، حالانکہ اب تک ان کی حمایت میں مدافعانہ جنگ بھی نہیں کی ہے، اور نہ قوت آزمائی کی ہے (یعنی جب تک کہ ان کی طرف سے لڑ کر جانیں نہ دیدیں ہم ایسا نہ ہونے دیں گے)

۳۔ اور کیا ہم ان کو تمہارے سپرد کر دیں گے! بغیر اس کے کہ ان کے گرد و پیش اپنے بیوی بچوں کو فراموش کر کے جانیں نہ قربان کر لیں۔

ابن ہشام نے اس قصیدہ کے آخر میں چند ایسے شعر بھی نقل کئے ہیں، جن سے ابو طالب کا اسلام

---

[1] ابن ہشام ص ۲۱۳ ج ۱، الروض الانف ص ۵۵ ج ۲ البدایہ والنہایہ ص ۴۲ ج ۳

کی حقانیت پر ایمان ثابت ہوتا ہے، چنانچہ انھوں نے آخر میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ بعض علماء چند اشعار کو بعد کا اضافہ سمجھتے ہیں۔

ابوطالب کے نعتیہ اشعار تعداد میں کم ہیں، وہ پیشہ ور شاعر نہیں تھے اور نہ شاعری ان کا مشغلہ تھا، لیکن عام سرداران عرب کی طرح شعر کے اصناف سے واقف تھے، جیسا کہ ولید بن مغیرہ کے متعلق روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی جا رہی تھی کہ حج میں آنے والے عرب قبائل کو کیا کہہ کر روکا جائے تو کسی نے کہا کہ ہم یہ پروپیگنڈہ کریں گے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں، تو اس پر ولید بن مغیرہ نے کہا تھا۔

لقد عرفنا الشعر کلہ	ہم شعر کی ہر صنف اور ہر بحر سے واقف
رجزہ وھزجہ وقریضہ	ہیں، رزم و بزم طویل و مختصر...... قسمیں
ومقبوضہ ومبسوطہ[1]	سب مجھے معلوم ہیں۔

اسی طرح ابو طالب بھی اس وقت کے مذاق عام کے مطابق شعر و سخن سے آشنا تھے، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس ذوق کو جلا دی اور چند قصیدے موزوں ہو گئے، اور مقدار کی کمی کے باوجود جو کلام تواتر کے ساتھ اصحاب سیر نقل کرتے آرہے ہیں، ان میں صداقت، جوش اور سادگی کی تمام خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مدحیہ قصائد کہے گئے، ان میں ابو طالب کے بعد اعشیٰ کعب بن زہیر، حسان بن ثابت، ابن رواحہ، اور ابن مرداس کے اشعار سیرت نبوی کی تمام معتبر کتابوں میں منقول ہیں، ان کے علاوہ چند اشعار ایسے بھی ہیں، جو کہ اگرچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، یہاں تک کہ جامعین نے ان کے دیوان میں شامل بھی

---

[1] سیرت ابن ہشام ص ۲۵ ج ۱

کردیا ہے، لیکن ان کے متعلق دوسری روایتیں ایسی ملتی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے، کہ وہ اشعار حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نہیں ہیں، جیسے یہ دو شعر ؎

وأجمل منك لم ترقط عيني — وأحسن منك لم تلد النساء

حسنت طرفا وشرفت قدرا — كانك قد خلقت كما تشاء[1]

(آپ سے زیادہ دلربا شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی، آپ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا، حسین نگاہ، بلند مرتبہ گویا آپ جیسا چاہتے تھے، ویسا ہی پیدا کیے گئے)

صاحب "بغیۃ الاماثل" نے لکھا ہے کہ ایک خاتون بنی زہار سے حضور اکرمؐ کی خدمت میں آئی تھیں اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اپنے جذبات عقیدت شعر کی صورت میں عرض کروں، اجازت پاکر انھوں نے مذکورہ دو شعر پڑھے[2]۔

علامہ نبہانی نے ان اشعار کی حضرت حسانؓ سے نسبت کو مشکوک قرار دیا ہے[3]۔

ممکن ہے، غلط فہمی کا سبب یہ ہو کہ حضرت حسانؓ کا ایک بہترین قصیدہ نعت نبوی میں اسی بحر و قافیہ میں موجود ہے، جس کا مطلع ہے:۔

عفت الديار ذات الاصابع فالجواء — الى عذراء منزلها خلاء

بے محل نہ ہوگا اگر اس شعر سے قریب تر معنیٰ کا ایک شعر خواجہ حافظ شیرازی کا نقل کردوں جو "واحسن منك لم تلد النساء" کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے۔

جاں بداں روے گرامی چہ کنم گر نہ دہم — مادر دہر نہ دارد پسرے بہتر ازیں

---

[1] ان دونوں اشعار کے الفاظ مختلف روایتوں میں مختلف ہیں، مفہوم تقریباً ایک ہی ہے۔

[2] "بغیۃ الاماثل وبہجۃ المحافل" از عماد الدین ابی بکر العامری، شائع کردہ نمکانی مدینہ منورہ ص ۶۰-۶۷

[3] "المجموعۃ النبہانیہ فی المدائح النبویہ" للنبہانی طبع بیروت ۱۳۲۰ھ ج ۱ ص ۲۷۵

ام معبد کی نعت

عربی میں چونکہ "مدح" کا اطلاق نظم و نثر دونوں پر ہوتا ہے، اس لئے ترتیب زمانی کے لحاظ سے اُمّ معبد کی مدح کا ذکر بھی مناسب ہوگا جس کی نثر بھی کسی نظم سے کم مرصع اور آب دار نہیں ہے، ابن ہشام "سیرۃ النبی" میں لکھتے ہیں کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما رہے تھے، تو غار ثور سے نکلنے کے بعد پہلے ہی دن آپ کا گذر قبیلۂ خزاعہ کی ایک مہمان نواز خاتون ام معبد کے خیمہ کی طرف ہوا، یہ ایک معمر خاتون تھیں، راہ گیروں کو پانی پلانا اور اگر کچھ کھجور یا دودھ موجود ہوتا تو اس سے ضیافت کرنا ان کا معمول تھا، رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب اس خیمے پر پہنچے تو اتفاق یہ کہ ام معبد کے پاس کچھ نہ تھا، جو پیش کر سکتیں، اور نہ وہ حضور اکرم سے واقف تھیں، ایک عام راہ گیر سمجھا، اور جواب دیا کہ میرے پاس اگر کچھ ہوتا تو بغیر سوال کے حاضر کر دیتی رسول کریم صلعم کی نگاہ اس خیمے کے ایک گوشے پر پڑی جس میں ایک کمزور اور نڈھال بکری بندھی تھی، آپ نے فرمایا یہ کیسی بکری ہے؟ ام معبد نے عرض کیا کہ یہ کمزور نڈھال بکری ہے، ریوڑ کی دوسری بکریوں کے ساتھ چل نہیں سکتی، اس لئے اس کو باندھ رکھا ہے آپ نے فرمایا

اس کو ادھر لاؤ، بکری حاضر کی گئی آپ نے اس کے تھن پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ رکھا اور ایک برتن مانگا، وہ برتن دودھ سے لبریز ہو گیا یہاں تک کہ زمین پر گرنے لگا، آپ نے خود نوش فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، آپ کے غلام اور آس پاس کے دو آدمی آ گئے تھے، ان سب نے سیر ہو کر پیا آپ نے دوبارہ اس بکری کو دوہا اور وہ پیالہ ام معبد کے حوالہ کر کے روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر بعد جب ام معبد کا شوہر آیا تو اس نے دریافت کیا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ام معبد نے کہا ایک بابرکت شخص ادھر آیا تھا، یہ دودھ اسی کی فیض رسانی کا نتیجہ ہے، شوہر نے دریافت کیا کہ وہ کون تھا اس کا کیا حلیہ تھا؟ اس پر ام معبد نے کہا:۔

رایت رجلاً ظاهر الوضاءة، ابلج الوجه	میں نے ایک انسان دیکھا پاکیزہ رو، کشادہ
حسن الخلق، لم تعبه ثجلة، ولم تزر به	چہرہ، پسندیدہ خو، ہموار شکم، سر میں بھرے
صلعة، وسيماً قسيماً، فى عينيه دعج، وفى اشفاره	ہوئے بال، زیبا، صاحب جمال، آنکھیں سیاہ
وطف، وفى صوته صحل، وفى لحيته كثاثة	وفراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں مردانگی
ازج، أقرن، ان صمت فعليه الوقار	وشیرینی، گردن موزوں، روشن اور چمکتے ہوئے
وان تكلم سماه وعلاه البهاء فهو أجمل	دیدہ، سرمگیں آنکھ، باریک اور پیوستہ ابرو،
الناس وابهاهم من بعيد، واحسنهم	سیاہ گھنگھریالے گیسو، جب خاموش رہتے تو
واملحهم من قريب، حلو المنطق	چہرہ پر وقار معلوم ہوتا، جب گفتگو فرماتے تو
فصل، لا نزر ولا هذر، كأن منطقه	دل ان کی طرف کھنچتا، دور سے دیکھو تو نور کا
خرزات نظم يتحدرن، ربعة لا بائن	ٹکڑا، قریب سے دیکھو تو حسن وجمال کا آئینہ،
من طول ولا تقتحمه عين من قصر	بات میٹھی جیسے موتیوں کی لڑی، قد نہ اتنا پست
غصن بين غصنين، فهو انضر الثلاثة	کہ کمتر نظر آئے، نہ اتنا دراز کہ معیوب معلوم ہو،

منظراً واحسنہم قدراً، لہ رفقاء یحفون بہ، ان قال انصتوا لقولہ، وان امر تبادروا الی امرہ، محفود محشود لا عابس ولا مفند۔

بلکہ ایک شاخ گل ہے، جو دو شاخوں کے
درمیان ہو[1]، زیبندہ نظر، والا قدر، ان کے
ساتھی ایسے جو ہمہ وقت ان کے گرد و پیش
رہتے ہیں، جب وہ کچھ کہتے ہیں تو یہ خامو
سنتے ہیں، جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے
جھپٹتے ہیں[2]، مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن
نہ فضول گو[3]۔



---

[1] ایک فارسی نعت کا یہ شعر شاید اسی مفہوم کا ترجمان ہے۔

نخلِ قدش کہ از چمنِ جاں بر آمدہ
شاخ گلے بہ صورتِ انسان بر آمدہ

[2] جن کا ثانی نہیں ایک ایک مصاحب ایسا — ایسے بندے نہ کہیں ہوں گے نہ صاحب ایسا

[3] ابن ہشام ج ۲ ص ۵۵ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۱۶۵

اعشیٰ کی نعت

اعشیٰ زمانہ جاہلیت کے ان سات شاعروں میں تھا جن کے قصیدوں کو سوقِ عکاظ میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی تھی، اور عام روایت کے مطابق ان میں سے ہر قصیدہ کو آبِ زر سے لکھ کر بیت اللہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا تھا، کسی جاہل شاعر کی عظمت بیان کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ یہ بتا دیا جائے کہ وہ "سبعہ معلقہ" کا ایک شاعر ہے۔

اعشیٰ نے ایک طویل عمر پائی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر اس کو ملی تھی تو آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہہ کر حجاز کی طرف روانہ ہوا، اِدھر ابوسفیان کو اطلاع مل گئی کہ اعشیٰ نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مدح کہی ہے، اور وہ حجاز آرہا ہے، یہ خبر اہل قریش کے لئے بجلی بن کر گری، کیونکہ اعشیٰ جیسے شاعر کا کچھ کہنا کوئی معمولی بات نہ تھی، ابوسفیان نے کہا:۔

واللہ لئن أتی محمد أو اتبعہ — بخدا اگر اعشیٰ محمد کے پاس پہنچ گیا یا کہیں ان کی

لیفزمنّ علیکم نیران العرب   اتباع کرلی تو وہ اپنے اشعار سے سارے عرب

بقول:-   کی آگ تمہارے خلاف بھڑکائے گا۔

چنانچہ قریش نے چندہ کرکے ایک سو اونٹ جمع کیے اور اعشیٰ کو نجد و حجاز کے درمیان ایک مقام "خفضہ" پر جاکر دیا اور خوشامدیں کیں، وہ ان اونٹوں کو لے کر اسلام کی نعمت سے محروم واپس مڑ گیا، مگر اللہ کی قدرت کہ یہ اونٹ اس کے کام نہ آسکے بلکہ یہی اس کی ہلاکت کا ذریعہ بنے، ان میں سے ایک اونٹنی نے اس کو اپنی پیٹھ سے گرادیا اور سینے سے زمین پر رگڑ رگڑ کر ہلاک کر دیا۔

وہ قصیدہ جو اس نے دربار نبوی میں پیشی کے لئے تصنیف کیا تھا اس کے تمہیدی اشعار یہ ہیں۔

۱۔ الم تغتمض عیناک لیلۃ ارمدا   وبتّ کما بات السلیم مسھّدا

۲۔ وما ذاک من عشق النساء وانما   تناسیت قبل الیوم خلۃ مھددا

۳۔ ولکن اری الدھر الذی ھو خائن   اذا اصلحت کفای عاد فافسدا

۴۔ شباب و شیب وافتقار و ثروۃ   فللّٰہ ھذا الدھر کیف ترددا

۱۔ کیا اس بے خواب رات کو تیری آنکھیں نہیں جھپکیں اور کیا تو نے ایک مار گزیدہ کی طرح بے چین پوری رات نہیں گذار دی۔

۲۔ یہ جو کچھ ہوا عورتوں کے عشق میں نہیں ہوا، لیلاؤں کا عشق تو کب کے بھول چکے۔

۳۔ بات یہ ہے کہ زمانہ بڑا بے وفا ہے، جب میری حالت سدھری اس نے بگاڑ دیا۔

۴۔ جوانی، بڑھاپا، تنگی، خوشحالی، کیسے کیسے پلٹے یہ زمانہ کھاتا ہے۔

عربی کی قدیم شاعری تشبیب و تمہید کی پُرپیچ راہوں سے گذر کر گریز کرتی ہوئی منزل

مقصود کی طرف مائل ہوتی ہے، اعشیٰ کا یہ قصیدہ بھی ان منازل کو طے کر کے مقصد کی طرف رخ کرتا ہے۔

۱۔ فآلیت لا أرثی لها من کلالة — ولا من وجی حتی تزور محمدا

۲۔ نبی یری ما لا ترون وذکره — أغار لعمری فی البلاد وانجدا

۳۔ له صدقات ما تغب ونائل — ولیس عطاء الیوم مانعه غدا

۴۔ متی ما تناخی عند باب ابن هاشم — تراحی وتلقی من فواضله ندی

۱۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ (اپنی اونٹنی) کی کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک گلہ نہ کروں گا جب تک کہ افتاں وخیزاں کسی حال میں وہ مجھے محمد تک نہ پہنچا دے۔

۲۔ وہ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں پر نظر رکھتے ہیں جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے، اور میری قسم! ان کی شہرت ملک ملک پھیل چکی ہے۔

۳۔ ان کے احسانات مسلسل ہوتے ہیں، جن میں ناغہ نہیں ہوتا، ان کے یہاں سے بٹنے والی خیرات کم نہیں ہوتی، کسی عنایت میں کمی اس لئے نہیں ہوتی کہ گزشتہ روز وہ کی جا چکی ہے۔

۴۔ جب تم اپنی اونٹنی کو ابن ہاشم کے در پر بٹھاؤ گے تو تمام کلفت بھول جائے گی، آرام پائے گی اور ان کے (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) صدقات تم کو سیراب کر دیں گے۔

اعشیٰ کے اس قصیدہ کا ذکر ادب عربی کی تمام جامع کتابوں میں اور اعشیٰ کے دیوان میں موجود ہے، لیکن سیرۃ نبوی کی اکثر کتابوں میں اس کا تذکرہ نہیں ہے، غالباً اصحاب سیر نے اس کو قصداً نظر انداز کر دیا ہے، کیونکہ وہ ایمان نہیں لایا تھا، اور اپنے ارادے میں مخلص نہیں تھا، ڈاکٹر زکی مبارک نے ان اشعار کو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی مدح قرار دیا ہے، لیکن یہ بات درست نہیں ہے جیسا کہ ابو طالب کے قصائد کا ذکر کرتے ہوئے اوپر واضح کیا گیا ہے۔

قصیدۂ بردہ۔ بانت سعاد

"بردہ" چادر کو کہتے ہیں، اس کا اطلاق ایسے پیراہن پر بھی ہوتا ہے، جو جسم کے ناپ پر نہ تراشا گیا ہو، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کعب زہیر بن ابی سلمٰی کو اس قصیدہ سے خوش ہو کر اپنا پیراہن مبارک مرحمت فرما دیا تھا، اس لئے اس کے قصیدہ کا نام ہی "قصیدہ بردہ" پڑ گیا، اور "بانت سعاد" مطلع کا ابتدائی لفظ ہے، چونکہ ابوصیریؒ کے قصیدہ پر بھی انھیں خواب میں ایک چادر مرحمت ہوئی تھی، اس لئے ان دونوں قصیدوں میں تمیز کے لئے پہلے کو "قصیدۂ بانت سعادؔ" اور دوسرے کو "قصیدۂ بردہ" کہتے ہیں، اس قصیدہ کے مصنف کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی ایک قادر الکلام، پرگو، اصناف سخن پر حاوی، اور خاندانی شاعر تھے، جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ انھوں نے اپنے ہوش وحواس میں پایا تھا۔

اس قصیدہ کی تصنیف اور اس کی مقبولیت کا واقعہ یہ ہے کہ کعب اور بجیر دو بھائی تھے، اور بلادِ غامد (یمن کے جنوب) کے رہنے والے تھے، یہ دونوں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کر کے اپنے وطن سے چلے، راستے میں ایک مقام "عُزاف" پڑتا

تھا، وہاں پہنچ کر کعب کی طبیعت کچھ بدل گئی اس نے اپنے بھائی بُجَیر سے کہا پہلے تم جاؤ اور دیکھو مدینہ والے (صلے اللہ علیہ وسلم) کیسے پیغمبر ہیں، وہاں سے آ کر اپنی رائے دو تو پھر ہم بھی چلیں گے، بجیر نے اپنا سفر جاری رکھا اور خدمت اقدس میں پہنچتے ہی مشرف بہ اسلام ہو گئے، کعب کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بہت برہم ہوئے اور ایک قصیدہ کہہ ڈالا جس میں اپنے بھائی کو ملامت کی اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہجو کا ارتکاب کر بیٹھے اور اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ایک ایسے دین کو جو خاندانی روایات کے خلاف تعلیم دیتا ہے جس کو ہمارے آبا و اجداد نے کبھی سنا بھی نہ ہو جس کو اپنے پڑوسی اور اشراف قبائل کی حمایت حاصل نہ ہو تم نے کس طرح قبول کر لیا؟

اشعار اس زمانہ میں آگ کی طرح پھیل جاتے تھے اور بہت جلد زبان زد ہو جایا کرتے تھے، اس ہجو کی خبر بارگاہ نبوی تک پہنچ گئی، محسوس کیا گیا کہ یہ اشعار سخت فتنہ پیدا کرنے اور لوگوں کو دین سے محروم کر دینے کا سبب بنیں گے، اس سے جو فتنہ پھیلے گا، وہ ایک شخص کی ہلاکت سے کہیں زیادہ خطرناک ہو گا جیسا کہ قرآن میں آیا ہے "اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ" لہٰذا کعب کے خون کو مباح قرار دیدیا گیا، بُجیر نے بھی اپنے بھائی کعب کو اسی کی ردیف و قافیہ میں چند شعر لکھ کر بھیجے کہ تم جس دین پر ملامت کر رہے ہو وہی دین حق ہے ہم نے لات و عزیٰ کا دین چھوڑ کر اللہ کا دین اختیار کیا ہے، جو نجات اخروی اور دنیا میں سلامتی کا یقینی راستہ ہے، بجیر نے اس قصیدہ میں اس کا اشارہ بھی کر دیا کہ کعب نے جو راستہ اختیار کیا ہے، وہ ہلاکت کا ہے، اور عذاب آخرت اس کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے، دنیا میں بھی اس کی سزا پائے گا۔

اس دھمکی کو سن کر کعب گھبرا گیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر مدینہ منورہ روانہ ہو گیا، مسلمان اس کی بدزبانی کی خبر سن چکے تھے، اور اس کے خون کے مُباح ہونے کا حال بھی ان کو معلوم تھا، وہ سب کی نظروں سے بچتا بچاتا مسجد نبوی میں پہنچ گیا، ایک صحابی نے

اسے دیکھتے ہی ارادہ کیا کہ اس کا کام تمام کر دیں مگر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے روک دیا اور فرمایا کہ شر کے ارادہ سے نہیں آیا ہے، حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے اپنا قصیدہ پیش کیا جس کی تشبیب جاہلیت کے روایتی انداز کی تھی، جس کا پہلا شعر ہے۔

بانت سعاد فقلبی الیوم متبولُ — متیم اثرھا لم یفد مکبول

"سعاد" جدا ہو گئی میرا دل آج مریض محبت ہے، اور اس کے پیچھے ایسا گرفتار ہے جس کے پیروں میں بیڑی ڈال دی گئی ہے، اور اس کو رہا کرانے کی خاطر فدیہ بھی نہیں دیا گیا۔

ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں اس قصیدہ کے ۵۱ شعر نقل کئے تھے، ابن ہشام نے اپنی تحقیق سے ۶ شعروں کا اضافہ کیا۔[1]

اس قصیدہ کے مضامین حسب ترتیب یہ ہیں۔

ابتدائی تیرہ شعروں میں شاعر اپنی ایک فرضی محبوبہ کا ذکر کرتا ہے جس کا نام اس نے "سعاد" رکھا ہے، اور وہ کہتا ہے کہ وہ ایسی حسین ہے اور ایسی ماہ پیکر ہے کہ جس کے غم میں میری حالت ایک مرغ بسمل یا قیدی کی ہو رہی ہے، اور وہ بے وفا بھی ہے، وعدہ خلاف بھی ہے اور وہ اتنی دور چلی گئی ہے کہ اس کے وصال کی تمنا بھی محال ہے، کیونکہ جہاں وہ ہے، وہاں تک ایک تیز گام اچھی نسل کی مضبوط ہڈیوں اور چوڑے چکلے سینے والی اونٹنی ہی پہنچ سکتی ہے، چودھویں شعر سے چونتیسویں تک اسی اونٹنی کے اوصاف کا ذکر ہے، محبوبہ کا ذکر پھر اونٹنی کے اوصاف کا بیان جاہلی کلام کا روایتی انداز ہے۔

۳۵ ویں شعر میں شاعر کہتا ہے، یہ اونٹنی ایسی ہونی چاہیئے جس کے پیچھے چغل خور بھاگ نہ سکیں، وہ چغل خور جنھوں نے رسول اللہؐ کو مجھ سے بدظن کر دیا ہے اور کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے

---

[1] بغیۃ الاماثل ج ۱ ص ۲۵۶

تجھے ہلاک کر دیئے جانے کی دھمکی دی ہے، بہرحال موت اگر آنا ہے تو آکر رہے گی، اس سے کون بچا ہے، وہ کون ہے، جس کو کسی عورت نے جنم دیا ہو، پھر وہ نعش (مردہ اٹھانے کی چارپائی) پر نہ اٹھایا گیا ہو، ۳۸ ویں شعر تک یہی مضمون رہتا ہے۔

۳۹ ویں شعر سے ۵۰ ویں شعر تک معذرت کا مضمون ہے، کہ رسول اللہ حلم و عفو کے عادی ہیں، قسم اس ذات کی جس نے آپ کو قرآن کا عطیہ بخشا، وہ قرآن جس میں ہدایت اور احکام شریعت کی تفصیل ہے، میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے، یہ سب لوگوں کا حسد ہے، جنھوں نے چغلی کی ہے۔

۵۱ واں شعر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح کا ہے:۔

ان الرسول لنور یستضاء بہ　　　　وصارم من سیوف الہند مسلول

رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ ایک نور ہیں، جن سے اجالا ہے، اور وہ ایک تیز بے نیام تلوار ہیں۔

شاعر نے جب یہ شعر پڑھا، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیراہن مبارک اتار کر شاعر کو دیدیا، ۵۲ ویں شعر سے ۵۸ ویں شعر تک صحابہ کرام کی شجاعت، جوانمردی، حق پرستی اور صداقت کی تعریف ہے۔

یہ تو قصیدہ کی پیمائش ہوئی، اب ادبی نقطۂ نظر سے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ جاہلی ادب کی مکمل نمائندگی اس قصیدے میں موجود ہے، محبوبہ کا ذکر، اونٹنی کے اوصاف، حسن گریز، مقصد (معذرت پیش کرنا) اور مدح پر خاتمہ، الفاظ سہل کم، غریب زیادہ ہیں، مثلاً۔ عنافرہ، ارقال، تبغیل، لہق، لغم، مقید، علکوم، شملیل، زہالیل، برطیل، عاقیل، مثاکیل، شنظام وغیرہ، باوجود اس کے قصیدہ میں ایک روانی اور سلاست ہے، خاص طور

سے نعت کا جو شعر ہے، وہ بندش اور سلاست دونوں لحاظ سے ممتاز ہے۔

اس قصیدہ کا اصل موضوع تو طلب عفو اور معذرت پیش کرنا ہے، مدح کا مضمون ضمنی ہے، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ اس ۵۸ اشعار کے قصیدہ میں نعت کا شعر صرف ایک ہے جس کو شاہ بیت کہہ لیجئے یا حاصل قصیدہ سمجھئے، لیکن یہ ایک شعر جو نعت کا ہے اس کے طالع کی ارجمندی اور بخت کی یاوری پر ہزاروں دیوان اور بیاضیں قربان کہ اس شعر کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمالیا اور اپنا پیراہن مبارک عطا فرما کر شاعر اور شعر دونوں کو عمر جاوید عطا فرمادی، آپ کعب کی ترجمانی اردو میں اس طرح کرسکتے ہیں۔

نہ میں اچھا نہ میرے شعر اچھے بات اتنی ہے

جسے اچھا کہیں سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے (جلیل مانکپوری)

اس قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کی بیشمار شرحیں مختلف زبانوں میں لکھی جاچکی ہیں، عربی کی چند مشہور شرحوں کے نام یہ ہیں:-

۱- الاسعاد بحل نظم بانت سعاد از مسعود بن حسن بکری القنا[ئی]

۲- بلوغ المراد علی بانت سعاد " محمد صالح السباعی

۳- الجوهر الوقاد فی شرح بانت سعاد " احمد بن محمد الیمنی

۴- شرح بانت سعاد " ابن هشام الانصاری

۵- حسن السیر لقصیدة کعب بن زهیر " عطاء اللہ بن احمد الیمنی

۶- طریق الرشاد الی تحقیق بانت سعاد " " " "

۷- فتح باب الاسعاد فی شرح بانت سعاد " علی بن سلطان الهروی

۸- القول المراد فی شرح بانت سعاد " محمد حسن المرصفی

۹۔ کنہ المراد فی شرح بانت سعاد   از   جمال الدین السیوطی

غیر عرب شارحین و مترجمین کے کام اس کے علاوہ ہیں۔ اس قصیدہ پر دوسرے اہل ذوق نے جو طبع آزمائی مخمس، مسدس، مسبع کی شکل میں کی ہیں۔ ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ معارضہ (یعنی اسی ردیف و قافیہ میں قصیدہ لکھنے والوں) کرنے والوں میں سے چند شعرا کے نام اور ان کے قصیدوں کے مطالع سنئے۔

۱۔ صاحب قصیدۂ بردہ شیخ محمد بن سعید الابوصیری م ۶۹۶ھ

الی متی انت بالذات مشغول   وانت عن کل ما قدمت مسئول

۲۔ الشہید یحیٰ بن یوسف الصرصری العراقی الضریر م ۶۵۶ھ

رکب الحجاز او منک الخیر مأمول   ھل عندک للہ نمیاق تنویل

۳۔ محمد بن العباس الابیوردی م ۵۰۷ھ۔

خاض الدجی ورواق اللیل مسدول   برق کما اھتز ماضی الحد مصقول

۴۔ ابو القاسم محمود الزمخشری صاحب تفسیر الکشاف م ۵۳۸ھ۔

أضاء لی باللوی والقلب متبول   نجد تی برق بنار الحب موصول

۵۔ عبد المحسن التنوخی الحلبی م ۶۴۳ھ

صب علیل وما بالربع تعلیل   فلیس الا علی الاعوال تعویل

۶۔ الشہاب، احمد بن عبد الملک المعروف بالفرازی (سن وفات معلوم نہیں ساتویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں)۔

دمی باطلال ذات الخال مطلول   وجیش صبری مھزوم و مفلول

۷- اثیر الدین ابو حیان الاندلسی م ۶۹۲ھ

لا تعذلاه فما ذو الحب معذول — العقل مختبل والقلب متبول

۸- ابن سید الناس البصری الشافعی م ۷۳۴ھ

قلبی بکم یا أُهَیْلَ الحیّ مأهول — وحبله بأمانی الوصل موصول

۹- نور الدین الهمدانی م ۷۳۹ھ

سلمی اسلمت ففیک الصبُّ مقتول — والخد منک شبیه العذر مقبول

۱۰ جمال الدین ابن نباتہ المصری م ۷۶۸ھ

ما الطرف بعدکم بالنوم مکحول — هذا وکم بیننا من ربعکم میل

۱۱- ابن جابر الاندلسی م ۷۸۰ھ

بانت سعاد، فعقد الصبر محلول — والدمع فی صفحات الخد مبذول

۱۲- برہان الدین القیراطی م ۷۸۱ھ

جرح الجفون بقذف الدمع تعدیل — والحب شاهده المجروح مقبول

۱۳- عبد الرحمن بن علی الحنفی الزمردی المعروف بابن الصائغ م ۷۸۶ھ

دع قلبه فهو مشغوف ومشغول — ودمعه فهو مطلوب ومطلول

۱۴- عز الدین الموصلی م ۷۹۰ھ

هل یبری الصب قبل الموت تقبیل — فقلبه بکؤوس الشوق معلول

۱۵۔ علاء الدین الدمشقی، آٹھویں صدی ہجری کے ایک بزرگ ہیں۔ انھوں نے اپنے قصیدہ کا نام: "شمس المطالع فی مدح القمر الطالع" رکھا ہے، جو حلبی کے مطبع مصر ۱۲۹۶ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

مصون دمعی علی الخدین مبذول — وفیکمُ انا معذور ومعذول

۱۶- محی الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی صاحب القاموس (قصیدہ کا نام: "زاد المعاد فی معارضۃ بانت سعاد")

هل حبل عزة بعد البين موصول　　او بارق الوصل بين البين مأمول

۱۷- اسماعیل بن محمد القلشقندی م ۸۲۱ھ

سيف الجفون على العشاق مسلول　　وصارم اللحظ مسنون ومصقول

۱۸- شمس الدین النواجی م ۸۵۹ھ

قلب على الحب والاشواق مجبول　　هيهات ينفع فيه القال والقيل

۱۹- قاضی بہاء الدین محمد الباعونی الشامی (نویں صدی ہجری)

نومي وقراح التسهد معسول　　فكيف يحصل لي من طيفكم سول[1]

۲۰- علاء الدین بن مليك الحلبی م ۹۱۷ھ

رأى العقيق فاجرى دمعه اولو　　متيم دمعه بالهجر مطلول

۲۱- عبد الغنی النابلسی صاحب "تعطیر الانام فی تاویل المنام" م ۱۱۴۳ھ (نفحۃ القبول فی مدح الرسول)

هل في البروق عن الاحباب تعليل　　لا والذي ما له في الحكم تعليل

۲۲- یوسف بن اسماعیل النبہانی۔

هواى طيبة لا بيضاء عطبول　　ومنيتي عينها الزرقاء لا النيل[2]

مکہ مکرمہ کے کتب خانہ حرم میں اس قصیدہ کی مزید تین شرحیں ہیں۔

۱- احمد شمس الدین الہندی، قلمی نسخہ ہے، شارح کا سن وفات نہیں معلوم۔

---

[1] مخفف سُئُل جمع سوال

[2] المجموعۃ النبہانیۃ میں یہ تمام قصائد مکمل موجود ہیں۔

۲۔ محمد بن عمر الاسکانی مطبوعہ استنبول ۱۳۰۲ھ

۳۔ محمد بن حامد الخطیب مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۱ھ

قصیدۂ بانت سعاد کی مقبولیت کا راز، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، صرف اس بات میں ہے کہ یہ وہاں مقبول ہو گیا تھا، جہاں کی سندِ قبولیت کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ قاضی محی الدین بن عبد الظاہر نے اپنے معارضہ (طرحی قصیدہ) کے آخر میں یہ دو شعر لکھے ہیں، جو یقیناً اس قبیل کے ہر شاعر کے دل کی ترجمانی ہے:-

قد قال کعبٌ فی النبی قصیدۃً ۔۔۔ وقلنا عسی فی مدحہ نتشارکُ

فان شملتنا بالجوائز رحمۃٌ ۔۔۔ کرحمۃ کعبٍ فھو کعبٌ مبارکُ

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں کعب نے ایک قصیدہ کہا اور میں نے کہا ہے تاکہ اس کی مدح میں ہم سب شریک ہو جائیں اگر حضور اکرم نے اپنی رأفت و رحمت سے ہمیں بھی اپنے انعامات سے نواز دیا جیسا کہ کعب پر رحم فرمایا گیا تھا، تو میرا قدم بڑا مبارک ہو گا۔[1]

شیخ شمس الدین النواجی م ۸۵۹ھ نے "بانت سعاد" کے وزن پر جو قصیدہ کہا ہے اس کے اخیر میں کہتے ہیں

۱۔ کعب لہ فی مدیح المصطفےٰ قدمٌ ۔۔۔ مسابقۃٌ وبخیر الخلق تفضیلُ

۲۔ وروضۃ ابن زھیر طاب مغرسھا ۔۔۔ فزھا ھابندی کفیہ مطلولُ

۳۔ وان نسجت علی منوال بردتہ ۔۔۔ طراز مدحٍ لہ بالتاج تکلیلُ

۴۔ فانہ کان مفتاحاً لباب ھدیً ۔۔۔ لنا بہ فی دیار الخلد تاھیلُ

---

[1] کعب کے لفظی معنی ٹخنہ کے ہیں مجازاً قدم اور قدم اٹھانے (فعل) کے معنوں میں بھی استعمال کرتے ہیں جیسے اردو میں کسی کام کے لئے قدم اٹھانا بولتے ہیں۔

۵۔ ان لم افز بقبول فی مدائحتی بانت سعاد فقلبی الیوم متبول[1]

۱۔ نعت مصطفیٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) میں کعب کا قدم بہت آگے ہے اور خیر خلق صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کی فضیلت ثابت ہے۔

۲۔ ابن زہیر کے لگائے ہوئے باغ کی زمین بڑی مبارک ہے۔ اس کو اور بھی پُر بہار ان مبارک ہاتھوں کی سخاوت نے کر دیا جس کی شبنم سے وہ سینچا گیا۔

۳۔ اگر میں نے ان کی (کعب کی) "چادر" کے انداز پر مدح کی ایک چادر بُنی جس کی گوٹ موتیوں سے مزین ہیں۔

۴۔ تو اس لئے کہ وہ باب ہدایت کی کنجی ہے جس سے جنت کی منزل میں رہنے کا دروازہ کھلے گا۔

۵۔ اور اگر (خدا نخواستہ) اس پیروی میں قبولیت سے سرفراز نہیں کیا گیا تو سعادؔ جدا ہو گئی اور میرا دل آج زخمی ہے۔

ڈاکٹر زکی مبارک لکھتے ہیں۔

"کعب بن زہیر کا قصیدہ صوفیہ اور مشائخ کے حلقوں میں کافی مقبول ہے میں نے سنا ہے کہ اسکندریہ کے ایک صوفی بزرگ جن کا حلقہ بہت وسیع ہے اپنی مجالس کا افتتاح ہمیشہ اس قصیدہ سے کرتے ہیں۔ ان سے جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کعب کے قصیدہ کی کیا حقیقت ہے تو ارشاد ہوا کہ میں اس کو اور اس کے پسند کرنے والوں کو عزیز رکھتا ہوں، چنانچہ اس روز سے میرا معمول ہے کہ ایک بار دن رات میں اس کو پڑھ لیتا ہوں۔"[2]

---

[1] المطابع الشمسیہ دیوان الشمس الانوار قلمی کتب خانہ حرم مکہ ۱۸۱/ادب [2] المدائح النبویۃ فی الادب العربی ص ۸۵

حضرت حسّانؓ بن ثابت الانصاری اور ان کی نعتیں

حضرت حسّانؓ کا نام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت کے ساتھ وابستہ ہے، انھوں نے نعت نبوی کے ذریعہ اسلام کی بیش بہا خدمت کی ہے، اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں ایک اہم مورچہ کو سنبھالا ہے، جس کی اس وقت ضرورت تھی، ان کی عظمت کو سمجھنے کے لئے اس امر سے واقفیت ضروری ہے کہ اس دور میں شعر کی کیا قیمت تھی، اعشیٰ اور کعب بن زہیر کی نعتوں کے سلسلہ میں یہ بات کہی جاچکی ہے کہ شعر اس زمانہ میں ذہنی یا جذباتی تسکین کا ذریعہ نہیں تھا بلکہ وہ رائے عامہ ہموار کرنے اور اس کے بنانے یا بگاڑنے میں ایک اہم ترین خدمت انجام دیتا تھا۔

حضرت حسان کا سال پیدائش ۵۶۳ء بتایا جاتا ہے[1]، انھوں نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی،

---

[1] ڈاکٹر محمد عزت نصر اللہ، شرح دیوان حسّان ص۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

جب اسلام سے مشرف ہوئے اس وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی[1] وہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی "طبقات فحول الشعراء فی الجاہلیۃ وصدر الاسلام" کے مصنف لکھتے ہیں:۔

"جزیرۂ عرب کے وہ شہر جن میں شعراء پیدا ہوئے پانچ ہیں، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، طائف، یمامہ اور بحرین ان میں سب سے زیادہ پرگو شعراء مدینہ منورہ کے ہیں، مدینہ منورہ کے سربرآوردہ شعراء پانچ ہیں ان میں سے تین کا تعلق خزرج سے ہے اور دو کا تعلق اوس سے، خزرج کی شاخ بنی نجار کے شاعر حسان بن ثابت ہیں، جو ان پانچوں شعراء میں زیادہ قادر الکلام ہیں، زمانۂ جاہلیت میں شام کی ایک ریاست کے حکمراں خاندان "غساسنہ" اور عراق کے لخمی خاندان کے حکمرانوں کی مدح کہا کرتے تھے جن سے ان کا نسبی تعلق بھی تھا[2]"

وہ خود قحطان کے قبیلہ سے تھے، جس کا مرکز یمن تھا۔

کفار مکہ نے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت شروع کی تو تیر و تفنگ کے ساتھ ہجو اور بدزبانی کے حربے بھی استعمال کئے۔ اگر اس بدزبانی کا تعلق صرف رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے ہوتا تو آپ برداشت فرما لیتے اور صبر کرتے، جیسا کہ آپ نے ہمیشہ دشمنوں کی ایذا رسانی پر صبر کیا اور طائف کے ان اوباشوں کے لئے بھی بددعا نہیں فرمائی جنھوں نے جسم اطہر پر پتھر پھینکے تھے، مگر صورت حال یہاں مختلف تھی، دشمنان اسلام کی ہجو اور بدزبانی اسلام کی راہ میں

---

[1] جن لوگوں نے حضرت حسانؓ کا سن پیدائش متعین کیا ہے، وہ اسی حساب پر مبنی ہے کہ اسلام لانے کے وقت ان کی عمر ۶۰ سال کی تھی، ورنہ اس زمانہ میں پیدائش و اموات کا تاریخی تعیین حوادث یا اہم واقعات سے ہوا کرتا تھا۔

[2] کتاب حسان بن ثابت از ڈاکٹر محمد طاہر درویش ص ۵۰۵ طبع مصر ۱۹۶۵ء

رکاوٹ بن رہی تھی اور "صد عن سبیل اللہ" (اسلام کی راہ سے روکنا) پر تو جہاد فرض ہے، یہی وجہ تھی کہ نبی کریم صلعم نے ان بدزبان دشمنانِ دین کے مقابلہ اور اس کے رد کی ضرورت محسوس فرمائی اور آپؐ نے فرمایا:۔

من یحمی اعراض المسلمین؟ — کون مسلمانوں کے ناموس کی محافظت کے لئے تیار ہے؟

یہ سن کر چند اصحاب آگے بڑھے جن میں حضرت حسان بن ثابتؓ بھی تھے، جنھوں نے اپنی زبان نکال کر دکھایا اور کہا یہ وہ زبان ہے جو اگر پتھر پر پڑجائے تو اس کے ٹکڑے کر دے، اور کسی بال پر پڑجائے تو اس کو مونڈ دے، حضور اکرم صلعم نے فرمایا:۔

انت لہ اذھب الی ابی بکر یخبرک بمثالب القوم، ثم اھجھم وجبریل معک[1] — یعنی تم اس کام کے اہل ہو، جاؤ ابوبکر سے ملو، وہ تم کو ان لوگوں کے کمزور پہلو سمجھاویں گے

---

[1] طبقات فحول الشعراء لمحمد بن سلام الجمحی م ۲۳۱ھ مطبوعہ مصر دار المعارف صہ ۱۲۹

تاریخ الادب العربی، از ڈاکٹر شوقی، میں یہ حدیث اس طرح منقول ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ما یمنع الذین نصروا رسول اللہ بسلاحھم ان ینصروہ بألسنتھم — جن لوگوں نے رسول اللہ کی مدد اپنے ہتھیاروں سے کی ہے، ان کو کیا چیز روکتی ہے کہ رسول اللہ کی مدد اپنی زبانوں سے نہ کریں۔

حضرت حسانؓ نے یہ سن کر اپنی زبان نکال کر کہا "یہ زبان وہ ہے جس کا صنعا اور بصریٰ کے درمیان کوئی زبان مقابلہ نہیں کرسکتی، آنحضرت نے فرمایا کہ تم کیسے اہل قریش کی ہجو کروگے جب کہ میں بھی انہی میں کا ایک فرد ہوں، اس پر حضرت حسان نے کہا میں آپ کو اس طرح بے لاگ نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جائے۔"

پھر ان کی ہجو کرو، جبریلؑ تمہارے ساتھ ہیں۔

اس دن سے زندگی کے آخری دن تک حضرت حسانؓ نے اپنے آپ کو اس خدمت پر مامور رکھا، دشمنوں کی ہر ہجو کا رد کرتے ہر بد زبان کی بد زبانی کا جواب اسی کے لہجہ میں دیتے اسی کے قافیہ ردیف میں، اس کے پھیلائے ہوئے فتنوں کا سد باب کرتے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت ایمانی جذبہ اور محبت کے ساتھ لکھتے تھے ان کے اشعار جن میں حضور اکرمؐ کی مدح ہے، بڑے جان دار اور پر کیف ہیں، لفظی نکتہ آفرینی ہی نہیں بلکہ معانی کے لحاظ سے بھی ان میں خلوص پایا جاتا ہے۔ مثلاً ان کا یہ شعر ؎

فان ابی ووالدہ وعرضی　　　لعرض محمد منکم وقاء

یعنی میرے باپ اور ان کے باپ، اور میری عزت، محمدؐ کی عزت پر قربان ہے، اور دشمنانِ دین تمہارے مقابلہ میں یہ ڈھال ہے۔

مطلب یہ کہ اپنے آبا و اجداد کے نام اور اپنی خاندانی عزت پر بہروار سہ لوں گا مگر حضور انورؐ کی حرمت کو مجروح نہ ہونے دوں گا۔

آپ دیکھیں گے کہ جب بھی کوئی ایسا موقع آیا جب کسی صاحب زبان کی زبان آوری کی ضرورت پڑی مثلاً حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک عرب قبیلہ کا وفد آیا اور اس وقت کی روایات اور رواج کے مطابق اس وفد کے "متکلم" (ترجمان) نے کہا کہ سنو ہم کیا سرمایۂ فخر رکھتے ہیں، اور بتاؤ تم کیا درجہ رکھتے ہو اور تمہارے مذہب کی کیا تعلیم ہے اس وقت حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے حضرت حسانؓ کو بلایا وہ آئے اور مقابلہ کی دعوت دینے والوں کو اعتراف پر مجبور کر دیا، اسی طرح عطارد بن حاجب بن زرارہ کا وفد اپنے شاعر اور خطیب کے ساتھ مدینہ منورہ آیا اور بدویانہ اکھڑپن کے ساتھ حضور اکرم صلے اللہ

علیہ وسلم سے مخاطب ہوا کہ آپ اپنے شاعر اور خطیب کو بلائیے تاکہ ہمارے شاعر و خطیب سے مقابلہ کرے۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ان قبائل کی نفسیات سے واقف تھے اور آپ کو علم تھا کہ یہ لوگ کس طرح اسلام کی طرف مائل ہو سکیں گے، چنانچہ آپ نے اس "مبارزت طلبی" کو قبول فرمالیا اور اجازت دی کہ وہ اپنے شاعر اور خطیب کو پیش کریں۔

اسی وفد کے صدر عطارد نے ایک خطبہ دیا جس میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ "اللہ نے ہم کو بادشاہوں اور حکمرانوں میں پیدا کیا ہے، اور ہم دولت مند ہیں، دوسرے لوگ ہمارے تابع اور ہماری سخاوت کے محتاج ہیں، جس کو چاہتے ہیں، دیکھو سرفراز کرتے ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں محروم کر کے رسوا اور خوار کرتے ہیں، ہم زیادہ بات نہیں کرتے کام کرتے ہیں۔ قول کے دھنی کم اور عمل کے دھنی زیادہ ہیں۔"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر اس کا جواب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے دیا کہ: "ساری حمد کا سزاوار اللہ تعالےٰ ہے، جس کا علم وسیع، جس کا عرش بلند، جس کی حکومت دائمی، جس کی عزت حقیقی عزت ہے، سب مٹنے اور فنا ہونے والے ہیں، وہ باقی رہنے والا، ہر کرہ پر تصرف کرنے والا ہے، اس کا احسان ہے کہ اس نے ہم کو باعزت لوگوں میں پیدا کیا اور اسلام کی دولت دے کر اس کو قبول کرنے کی عزت بخشی اپنی کتاب سے ہماری ہدایت کی، اپنے پیغمبر برحق سے ہماری رہنمائی، اور انسانیت کے لئے ہمارے دلوں میں ہمدردی ڈالی، چنانچہ ہم رسول اللہ کے انصار ہیں، ان کے مصاحب اور وزیر ہیں، اللہ کی عطا پر راضی اور اس کی نوازش پر خوش ہیں۔ اقول قولی ھذا و استغفر اللہ لنا و للمومنین و للمومنات والسلام علیکم" تقریروں کے مقابلہ کے بعد اشعار کا مقابلہ ہوا مخالف گروہ کی طرف سے زبرقان بن بدر التمیمی نے قصیدہ

سنایا جس کا مطلع یہ ہے:۔

نحن الکرام فلا حیّ یعادلنا　　لنا الملوک وفینا یقسم الربعُ

ہم باعزت لوگ ہیں، کوئی قبیلہ ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتا، ہم میں سے بادشاہ ہوئے ہیں۔ اور ہمارے درمیان مال غنیمت کا چوتھائی تقسیم ہوتا ہے۔

حضرت حسان اس وقت موجود نہ تھے، ان کو اطلاع بھیج کر طلب فرمایا گیا حاضر ہو کر دریافت کیا کہ زبرقان نے کیا شعر سنائے۔ زبرقان نے جیسے ہی اپنا قصیدہ ان کو سنایا برجستہ جواب دیا۔

ان الذوائب من فہر واخوتہم　　قد بیّنوا سنۃ للناس تُتّبعُ

یعنی قبیلہ فہر کے سردار اور ان کے بھائی بندوں نے لوگوں کے لئے ایک شاہراہ کھول دی ہے، جس پر لوگ چلتے ہیں۔

"قبیلہ فہر" کے سردار سے اشارہ حضور اکرمؐ کے خاندان کی طرف تھا، زبرقان کے قصیدہ کے صرف ۸ شعر تھے، حضرت حسان کے قصیدہ میں ۲۲ شعر تھے، جو برجستگی کے باوجود ادبی لحاظ سے بہت شاندار ہیں۔

جب حضرت حسان اپنا قصیدہ سنا چکے تو اس وفد کے ایک رکن اقرع بن حابس نے کہا (نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرکے)

وأبی ان ھذا الرجل لمؤتیً لہ　　میرے باپ کی قسم یہ شخص توفیق یافتہ ہے۔

لخطیبہ أخطب من خطیبنا　　ان کا مقرر ہمارے مقرر سے زیادہ کامیاب۔

ولشاعرہ اشعر من شاعرنا　　اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ بلند ہے

اس کے بعد یہ پورا وفد ایمان لے آیا، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو دے دلاکر

رخصت فرمایا۔[۱]

حضرت حسان غزوات کے ہر موقع پر فتح کے کارنامے بیان کرتے، شہداء کا مرثیہ کہتے، اور اسلام کی برتری جتانے میں ان کے اشعار کام آتے تھے[۲]، اور سب سے بڑی سرفرازی کی بات یہ ہے کہ خود رسول رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو یہ اعزاز بخشا کہ مسجد نبوی میں ان کے لئے منبر رکھوایا جس پر بیٹھ کر وہ شعر سناتے تھے[۳]۔

اب رہا ان کے کلام پر تنقید کرنے والوں کا یہ کہنا کہ ان کے اشعار جاہلیت میں زیادہ زوردار تھے، اسلام میں ان کے اشعار میں وہ آب نہیں رہی، غسانیہ کی مدح میں جو قصائد ہیں ان کے اندر جوش اور روانی زیادہ ہے، معنی آفرینی ہے، الفاظ بہت منتخب، ترکیبیں چست اور بحریں مترنم ہیں، مگر نعت میں جو اشعار ہیں ان کے اندر جھول بہت ہے، بسا اوقات ترکیبوں میں اتنا ڈھیلاپن ہے کہ ان کا کلام نہیں معلوم ہوتا اور فنی لغزشیں بھی ملتی ہیں۔

یہ تنقید اصمعی کی طرف منسوب ہے، جرجی زیدان عطیہ فرج کے علاوہ مسلم ادباء نے بھی اس قول کو اصمعی کے حوالہ سے نقل کیا ہے، اور اس کو مستند بتانے کے لئے اس کی تاویل بھی کی گئی ہے کہ حضرت حسان اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے اس لئے جوانی کا جوش اس دور کے کلام میں نہیں آسکتا تھا، اصمعی کی روایت ہے کہ خود حضرت حسان سے استفسار کیا گیا کہ آپ کے اشعار میں وہ پہلا سا جوش و خروش نہیں ہے، اس کی کیا وجہ ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ اسلام نے کذب بیانی کو حرام کر دیا، اور شعر میں جان تو جھوٹ ہی سے پڑتی ہے۔

---

[۱] ملاحظہ ہو "تاریخ الادب العربی العصر الاسلامی" ص ۸۱-۹۷ اور "الاستیعاب" لابن عبد البر ص ۹۷

[۲] ملاحظہ ہو "دیوان حسان بن ثابت" تحقیق ڈاکٹر محمد عزت نصر اللہ

[۳] الاستیعاب ص ۹۳

لیکن یہ تنقید اور اس طرح کی روایات کی کوئی حقیقت اس وقت نہیں رہ جاتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تنقید صرف سماعی ہے تحقیقی نہیں، حضرت حسان کے دیوان میں صرف ایک قصیدہ (لامیہ) ہے جس میں اس طرح کی مدح ہے، اور یہ کسی فنی موازنہ کے لئے کافی نہیں ہے، جس میں فنی لغزشیں ہوں، یا بندش ڈھیلی ہو، یا روانی کم ہو، بلکہ اس کے برعکس اس دور کے دوسرے شعراء کے کلام سے ملا کر دیکھئے تو شعری خصوصیات بدرجۂ اتم ان تمام نعتیہ قصائد میں موجود ہیں، ہاں ایک دوسری بات اس سلسلہ میں جو کہی جاتی ہے، وہ قابل قبول ہے کہ حضرت حسان کے کلام کو ایک سیاسی حیثیت حاصل ہو گئی تھی، دور اموی میں اس مجموعہ کو جوں کا توں نہیں قبول کیا جا سکتا تھا جس میں سلاطین بنی امیہ کے اسلاف کی ہجو ہو، اس لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی ہجو میں متعدد قصائد ملتے ہیں، اس کا سبب ڈاکٹر شوقی ضیف کی تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ بنی امیہ اس عار کو مٹانا چاہتے تھے، جو حضرت حسان کے شعر سے ہمیشہ کے لئے ان کے اسلاف سے وابستہ ہو گیا تھا، اس لئے درباری شعراء نے چند قصائد کہہ کر حضرت حسان کی طرف منسوب کر دیا اور یہی وہ قصائد ہیں جن میں فنی لغزش اور جھول معلوم ہوتا ہے، ورنہ اس کے علاوہ کوئی قصیدہ یا شعر ایسا نہیں ہے، جو معیار سے کسی درجہ کم ہو، یہ صرف اصمعی کی زیادتی اور ناقلوں کی نادانی ہے کہ تنقید میں بھی تقلید روا رکھتے ہیں۔[1]

---

[1] "دراسات فی الشعر الاسلامی" ڈاکٹر شوقی ضیف طبع دار الکتب قاہرہ ۱۹۶۵ء صفحہ ۴۸-۴۹-۵۰

یہ کہا جاتا ہے کہ مدائح نبویہ میں جو قصائد ہیں ان کی زبان عصر جاہلیت یا صدر اسلام کی نہیں ہے کیونکہ وہ بہت سادہ، سہل الفاظ، اور معمولی ترکیبوں پر مشتمل ہے، خاص طور سے وہ (بائیہ) قصیدہ "ثوی فی قریش بضعۃ عشرۃ حجۃ" میں کوئی جوش نہیں ہے اور نہ کوئی معنی آفرینی ہے جو شعر کا خاصہ ہے، ایک سادہ تک بندی ہے، اور مدح بھی نہیں ہے، اس کا جواب محمد بن سلام الجمحی نے (باقی صفحہ ۶۴ پر)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نعتیہ قصائد میں سب سے زیادہ مشہور قصیدہ وہ ہے، جو انھوں نے فتح مکہ سے قبل ابوسفیان کی ہجو کے جواب میں کہا تھا جس کا مطلع ہے۔

عفت ذات الاصابع فالجواء　　　　الی عذراء منزلها خلاء

تشبیب کا مضمون دیار محبوبہ، محبوبہ، شراب پر مشتمل ہے، پھر شہسواری کے مضمون سے گریز شروع ہوتا ہے، اور اپنے گروہ (گروہ رسالت) پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارا تعلق اس گروہ سے ہے، جہاں جبریل امین ؑ جن کا کوئی ثانی نہیں وہ پیغام لے کر آتے ہیں، اور۔

۱۔ وقال اللہ: قد ارسلت عبدا　　　　بقول الحق ان نفع البلاء

۲۔ شہدت بہ فقوموا صدقوہ　　　　فقلتم: لا نقوم ولا نشاء

۱۔ اور اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک بندے کو بھیجا ہے، جو حق بات کہتا ہے، اگر آزمائش نفع بخش ہو (تو اس کی صداقت کو آزمالو)

۲۔ ہم نے اس کی صداقت پر گواہی دی، تم بھی کھڑے ہو جاؤ اور اس کی صداقت پر گواہی دو، مگر تم نے یہی کہا کہ ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ یہ چاہتے ہیں۔

پھر چند شعر کے بعد ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۱۔ ھجوت محمدا فاجبت عنہ　　　　وعند اللہ فی ذاک الجزاء

۲۔ اتھجوہ، ولست لہ بکفءٍ　　　　فشرکما، لخیرکما فداء

۳۔ ھجوت مبارکا، برا حنیفا　　　　امین اللہ، شیمتہ الوفاء

(باقی ص۶۳ کا) بہ دیا ہے کہ وہ قرآن کریم سے اس درجہ متاثر ہو چکے تھے کہ شاعرانہ پیچیدگیاں ان کو اس دور میں بری معلوم ہونے لگی تھیں، عبدالرحمٰن برقوقی شارح دیوان حسان نے بھی یہی بات دہرائی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ فان ابی و والدہ و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

۱۔ تم نے محمد کی برائی کی، میں نے ان کی طرف سے جواب دیا، اور عند اللہ میرے اس کام کا صلہ ہے۔

۲۔ کیا تو ان کی برائی کرتا ہے؟ حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں ہے، تم دونوں میں جو برا ہو وہ اس پر قربان ہو جائے جو تم دونوں میں سے اچھا ہے۔

۳۔ تو نے ایسے شخص کی برائی کی ہے جو بابرکت ہے نیک ہے 'اللہ والا ہے' خدا کے یہاں معتبر ہے جس کی خصلت میں وفا شعاری ہے۔

۴۔ میرا باپ، اور میرے باپ کا باپ، اور میری عزت محمد کی عزت کے لئے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے۔

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک دوسرا قصیدہ جو "سہل ممتنع" کا اعلیٰ نمونہ ہے، یہ ہے:۔

۱۔ اغرُّ علیہ للنبوۃ خاتم من اللہ مشھود، یلوح ویشھد

۲۔ وضمّ الالٰہ اسم النبی الی اسمہٖ اذ قال فی الخمس المؤذن أشھد

۳۔ وشقّ لہ من اسمہ لیجلّہ فذو العرشِ محمودٌ وھذا محمد

۴۔ نبیٌ أتانا بعد یاس و فترۃٍ من الرُّسل، والاوثان فی الأرض تُعبد

۵۔ فأمسیٰ سراجًا، مستیراً وھادیا یلوح کما لاح الصیقل المھند

۶۔ وانذ رنا نارًا وبشّر جنۃً وعلّمنا الاسلام فاللہ نحمد

۷۔ وانت الٰہ الخلق ربی وخالقی بذالک ما عمرت فی الناس أشھد

۸۔ تعالیت رب الناس من قول من دعا سواک الٰھا انت اعلیٰ وامجد

٩- لك الخلق والنعماء والامر کله فایاک نستهدی وایاک نعبد

١- آپ پر مہر نبوت درخشاں ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے، اور گواہی دیتی ہے۔

٢- اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کردیا، اس لئے مؤذن پانچوں وقت اذان میں اشھد..... کہتا ہے۔

٣- اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا، عرش والا (خدا) محمود ہے، اور یہ محمد ہیں۔

٤- وہ ایسے نبی ہیں، جو ناامیدی اور انبیاء کے سلسلۂ بعثت کے طویل مدت کے بعد ہم تک آئے، اور اس وقت آئے جب زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔

٥- وہ ایک روشن چراغ، روشنی دینے والے اور ہادی بن کر آئے، جن کی چمک ایسی ہے جیسے ہندی تلوار چمکتی ہے۔

٦- ہمیں جہنم سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، اسلام سکھایا پس اللہ ہی ہے جس کی ہم حمد کرتے ہیں۔

٧- اور ساری مخلوق کا معبود میرا رب اور خالق ہے، ہم زندگی بھر اسی کی شہادت دیتے رہیں گے۔

٨- سارے جہاں کے رب تیری شان بڑی ہے، اور تو بلند ہے اس شخص کے دلوں سے جو تیرے سوا کسی اللہ کو پکارتا ہے، تو بہت بلند اور بڑائیوں والا ہے۔

٩- حیات بخشی اور نفع رسانی اور ساری حکمرانی صرف تیری ہے، ہم تجھ ہی سے ہدایت خواہ ہیں، اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

اس قصیدہ میں شاعرانہ نازک خیالی یا فنی پرکاری نہیں ہے، لیکن اسلامی تعلیمات کا، توحید کا اور مقام رسالت کا پاس پوری طرح نمایاں ہے۔

اسی انداز کا ایک اور قصیدہ ہے، جس کے چھ شعر آپ کے دیوان مرتب کرنے والوں کو مل سکے "زاد المعاد" میں یہ قصیدہ ۱۷ اشعروں کا ہے، بہرحال یہ چھ شعر حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ واللہ ربی لا نفارق ماجدا	عف الخلیقۃ ماجد الأجداد
۲۔ متکرما یدعو الی رب العلی	بذل النصیحۃ رافع الأعماد
۳۔ مثل الھلال مبارکا ذا رحمۃ	سمح الخلیقۃ طیب الاعواد
۴۔ ان تترکوا فان ربی قادر	امسیٰ یعود بفضلہ العواد
۵۔ واللہ ربی لا نفارق امرہ	ماکان عیش یرتجی المعاد
۶۔ لا نبتغی ربا سواہ ناصرا	حتی نوافی صحوۃ المیعاد

۱۔ بخدا ہم اس ذات گرامی سے روگردانی نہیں کریں گے، جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ پاکباز اسلاف کے لئے قابل فخر ہے۔

۲۔ احسان فرمانے والے، خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلانے والے خیرخواہ، بڑے سرچشم اور بامروت۔

۳۔ مہہ نو کی طرح بابرکت، سراپا رحمت، نرم خو، عالی نسب۔

۴۔ اگر تم لوگ ان کو چھوڑ بھی دو گے تو میرا رب قادر ہے، وہ اپنے فضل و احسان سے پھر آپ کی طرف مائل ہے، اور اس کا فضل تو بار بار آنے والا ہے۔

۵۔ بخدا ہم ان کے دین کو نہیں چھوڑیں گے، ورنہ آخرت میں کسی طرح کی سلامتی کی امید نہ رہے گی۔

۶- ہم اللہ کے سوا کسی کو رب بنانا نہیں چاہتے، اور نہ کسی کو مددگار سمجھتے ہیں، اور حشر تک ہم اس عقیدے پر رہیں گے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے جو آپ کی مدح میں کہا ہے، جس کو "مرثیہ" کہا گیا ہے، اس میں رقت انگیزی بہت ہے، اس کا مطلع اور اس کے بعد کا شعر یہ ہے۔

۱- بطیبة رسم للرسول ومعهد — منیر وقد تعفو الرسوم وتهمد

۲- ولا تمحی الآیات من دار حرمة — بها منبر الهادی الذی کان یصعد

۱- طیبہ میں رسول اللہ کے نشانات ہیں، اور آپؐ کا بصیرت افروز مرکز ہے، نشانات مٹتے رہتے اور پرانے ہوتے رہتے ہیں۔

۲- لیکن یہ نشانیاں حرم پاک کی نہیں مٹ سکتیں جہاں ہادی صلے اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے جس پر آپؐ چڑھا کرتے تھے۔

دوسرے اشعار جن کو طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیا ہے، ان کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے:۔

"حرم نبوی میں ہمیشہ باقی رہنے والے نشانات ہیں، وہ حصہ جہاں مسجد اور آپؐ کی سجدہ گاہ ہے جس کے پہلو میں وہ حجرے ہیں، جہاں انوار کی بارش ہوتی تھی، یہ وہ نشانات ہیں جن کو مرور زمانہ کبھی مٹا نہیں سکتا، بلکہ ہر لمحہ تازہ اور تا ابد زندہ رہنے والے آثار ہیں، مسجد میں جایئے تو رسول اللہ کی ایک ایک چیز یاد آئے گی، اور وہ قبر شریف جو (لحد) آڑی بنائی گئی ہے۔

رسول اللہ کے فراق پر میں رویا، آنکھوں کی پلکیں بھیگیں، رسول اللہ کے احسانات

کہاں تک گناؤں، اور کیسے ان کو شمار کروں عقل حیران ہے"۔

چند شعر کے بعد کہتے ہیں:۔

فبورکت یا قبر الرسول وبورکت　　　بلاد ثوی فیہا الرشید المسدد

اے قبر رسول! تجھ پر برکتیں شب و روز نازل ہوں اور وہ حصۂ زمین بابرکت رہے، جس میں ستودہ صفات، توفیق بخش و توفیق یافتہ ذات کا جسم اطہر رکھا گیا ہے۔

اس ۴۸ شعروں کے مرثیہ کے بعد ایک دوسرا مرثیہ ۱۹ شعروں کا ہے، جس کا مطلع ہے۔

ما بالُ عینکَ لا تنام کانما　　　کحِلت ماٰ قیہا بکحل الأرمد

تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ سوتی نہیں، گویا اس کی پتلیوں کو آشوب کا سُرمہ لگا دیا گیا ہے۔

"اُسد الغابہ" کے حوالہ سے دیوان حسان بن ثابت میں مندرجہ ذیل دو شعر بھی ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ جیسا کہ حسان نے کہا ہے:۔

متی یَبدُ فی الدّاجی البھیم جبینہٗ　　　یَلُح مثل مصباح الدجیٰ المتوقد

فمن کان أو مَن یکون کأحمدٍ　　　نظام لِحق أو نکال لِملحد

سیاہ رات میں جب آپ کی جبینِ مبارک نظر آتی تو ایک چمک ہوتی جیسے "تاریک رات میں کوئی روشن شمع ہو۔

کون احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سا ہوا ہے یا ہو گا حق کا پاسبان، ملحد کے عبرتناک انجام کا باعث۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یوں تو سارا کلام رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے متعلق ہے

اگر کسی کی ہجو ہے تو وہ بھی آپؐ ہی کی مدافعت میں ہے، اگر صحابہ کرام کا مرثیہ ہے، غزوات کا ذکر ہے یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مرثیہ اور ان کے قاتلوں کی مذمت ہے، سب کا محور ذات گرامی آپؐ ہے۔

ہرچہ آید در نظر غیرے تو نیست　　　یا توئی یا بوئے تو یا خوئے تو

لیکن اعداد و شمار کے لحاظ سے خالص نعتیہ قصیدوں کی تعداد صرف تین ہے، جن کو اوپر ذکر کیا گیا اور اگر وہ دو شعر بھی شامل کر لیے جائیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دہرائے تھے، جن کو اوپر نقل کیا گیا تو چار قصیدے ہو جائیں گے، ایک پانچواں قصیدہ وہ بھی شمار کر لیجئے جو ایک طرح مختصر سیرت آسان الفاظ میں بچوں کو زبانی یاد کرانے والی نظموں کے انداز کا ہے جس کا مطلع ہے:-

ثوی فی قریش بضع عشرۃ حجۃ　　　یذکر لو یلقی خلیلا مواتیا

ان نعتوں کے ساتھ یقیناً ان مرثیوں کو بھی شمار کرنا چاہیے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے متاثر ہو کر حضرت حسان نے کہے تھے ان مرثیوں کی تعداد چار ہے، ان کے علاوہ دو شعر اور بھی نقل کیے گئے ہیں، جو قلبی تاثرات کے لحاظ سے تمام مراثی کا نچوڑ ہے، فرماتے ہیں:-

۱۔ کنت السواد لناظری　　　فعمی علیک الناظر

۲۔ من شاء بعدک فلیمت　　　فعلیک کنت احاذر

۱۔ آپ میری نگاہ کی بینائی تھے، اب یہ میری نگاہ آپ کو دیکھنے کے لئے کور ہو گئی۔

۲۔ آپ کے بعد جو چاہے مرے صرف آپؐ ہی کی (جدائی کا) مجھے کھٹکا لگا تھا۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تلوار کے دھنی نہیں تھے، بوڑھے تھے اور دل کمزور تھا، غزوۂ خندق کے موقع پر وہ اس قلعہ میں تھے، جہاں بوڑھے، بچے اور خواتین تھیں،

صفیہ بنت عبدالمطلب نے ایک یہودی جاسوس کو پتھر پھینک کر ہلاک کر دیا اور حضرت حسان اس مردہ کی زرہیں اور کپڑے بھی چھیننے سے معذور رہے اس واقعہ کو بہت رنگ آمیزی اور اہانت کے پیرائے میں مصر و شام کے نصرانی تاریخ نویسوں نے لکھا ہے مستشرقین کو بھی اس قصہ میں حضرت حسان سے انتقام لینے کے لیے موضوع ہاتھ آگیا ہے، مگر یہ لوگ بھول رہے ہیں کہ حضرت حسان نے معرکہ حق و باطل میں جو مورچہ تنہا سنبھالا تھا اور جس طرح سینہ سپر ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کی ہے اس کام کو کوئی دوسرا اس خوبی سے انجام نہیں دے سکتا تھا، ابن قدامہ نے نقد الشعر میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے کہ "ہر شاعر کو صرف اس کے فن کے گز سے ناپنا چاہیئے" دوسرے پیمانوں سے ناپنا تو ایسا ہی ہے جیسے زمین کی پیمائش کرنے والے گز سے غلہ اور اناج کو تولا جائے۔

جس طرح ہر مشہور و مقبول صاحب فن کے ساتھ ہوتا آیا ہے کہ اس کے کلام میں بعد کے لوگ اضافہ کر دیتے ہیں، کچھ لوگ اپنے کھوٹے سکوں کو اصلی سکوں کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں، تاکہ دونوں بازار میں یکساں طور پر قبول کر لئے جائیں، اسی طرح سیاسی وجوہ کی بنا پر اگر حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کلام میں اس طرح کے اضافے ہو گئے ہیں، اور ان کا غلط انتساب ہو گیا ہے تو تعجب کی بات نہیں ہے، خاص طور سے اس وقت کا کلام جبکہ تدوین و کتابت کا عام مذاق نہیں تھا، صرف حافظوں پر سارا دار و مدار تھا، اس لئے بلا قصد بھی چند اشعار کا غلط انتساب ہو گیا ہو تو اس کو اتنی اہمیت نہیں دی جا سکتی کہ سارے مجموعہ کو مشتبہ قرار دیا جائے جیسا کہ بعض تجدد نواز مصنفین کا رجحان ہے[1]، قدما نے یہ ضرور کہا ہے کہ ان کے کلام میں

---

[1] اس رجحان کی ابتدا مصر کے عیسائی مؤرخ جرجی زیدان سے ہوتی ہے، بعد میں عمر فروخ نے "علی المحک" مطبوعہ بیروت ۱۹۵۰ء میں اسکو اپنا کر کے پیش کیا ہے۔

اضافے کیے گئے ہیں جیسے "طبقات فحول الشعراء" کے مصنف لکھتے ہیں:۔

وھو کثیر الشعر جیّد ہ وقد حمل علیہ مالم یحمل علی احد لما تعاضہت قریش واتسب وضعوا علیہ اشعار الکثیرۃ لا تنقّی۔

حسّان قادر الکلام اور پاکیزہ شعر کہنے والے تھے ان پر جب قدر اہل قریش نے اتہام لگائے اور ان کی دشمنی کی اس قدر کسی کی نہ کی ہو گی، ان کے کلام میں غیر منتخب اشعار غلط طور پر منسوب کر کے بڑھا دیئے گئے ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ پورا مجموعہ ہی مشکوک قرار دیا جائے؟



حضرت عبداللہ بن رواحہ اور ان کی نعتیں

عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہ الخزرجی الانصاری ان بارہ نقباء میں سے ایک نقیب تھے، جنھوں نے مدینہ منورہ سے آکر مکہ مکرمہ کے حدود میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی، پھر دوسرے سال جن ۷۳ انصار کا وفد آیا تھا، اور جس نے "عقبہ ثانیہ" کی بیعت کی تھی، ان میں بھی عبداللہ بن رواحہ موجود تھے۔

ہجرت کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح سے نُصرت میں عبداللہ بن رواحہ پیش پیش رہے، خاص طور سے منافقوں کی سازش ناکام بنانے میں ان کا کارنامہ بہت روشن ہے۔[1]

وہ قادر الکلام شاعر تھے، اور اپنی شاعرانہ صلاحیتیں انھوں نے اسلام کے لئے وقف کردی تھیں، ایک مرتبہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم جب شعر کہنا چاہتے ہو تو کیا کرتے ہو، عرض کیا کہ اس موضوع پر فکر کرتا ہوں، پھر شعر زبان پر آنے لگتا ہے، اس کے بعد

---

[1] محمد خالد، رجال حول الرسول بحوالہ الاستیعاب لابن عبد البر ص ۳۶ مطبوعہ مصر ۱۹۶۵ء

انھوں نے برجستہ چند شعر پڑھے، جس کا آخری شعر یہ تھا:۔

فثبت اللہ ما آتاک من حسن	تثبیت موسیٰ ونصراً کالذی نصروا

اللہ نے آپ کو جو خوبیاں عطا کی ہیں، ان کی بنا پر آپ کو ثابت قدم رکھے۔ جیسے موسیٰ کو ثابت قدم رکھا اور وہ مدد عطا فرمائے جس سے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی مدد فرمائی تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شعر کو پسند فرمایا اور یہ دعا دی:۔

وایاک فثبت اللہ	اور تم کو بھی اللہ ثابت قدم رکھے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور خیبر ہر جنگ میں شرکت کی غزوۂ موتہ کے موقع پر زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب کی یکے بادیگرے شہادت کے بعد علم اپنے ہاتھ میں لیا اور پوری شجاعت وجوانمردی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے راہ حق میں شہید ہوئے۔

وہ ہر جنگ کے موقع پر یہ دہرایا کرتے تھے۔

یانفس إلا تقتلی تموتی	اے نفس، تو اگر قتل نہ کیا گیا تو آپ اپنی موت مریگا

مطلب یہ کہ موت آنی ہی ہے، اگر شہادت کے ذریعہ نہ آئی تو طبعی طور پر آئے گی پھر اس سے خوف کیا معنی!

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب عمرۃ القضا کا طواف فرما رہے تھے تو عبداللہ بن رواحہ آپ کے آگے آگے رجز کے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

۱۔ یارب لولا انت ما اھتدینا	ولا تصدقنا ولا صلینا

۲۔ فانزلن سکینۃ علینا	وثبت الاقدام ان لاقینا

۳۔ ان الذین قد بغوا علینا	اذا ارادوا فتنۃ أبینا

۱۔ اے رب اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ تصدیق کرتے نہ عبادت کرتے۔

۲۔ ہمارے دلوں پر سکینت کا نزول فرما، دشمنوں سے اگر مڈبھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھو

۳۔ ہم پر یورش کرنے والے، اگر فتنہ پر آمادہ ہوں تو ہلاک ہو جائیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" میں جو رجز نقل کیا ہے، وہ یہ ہے۔

۱۔ خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — الیوم نضربکم علی تاویلہ

۲۔ ضرباً یزیل الھام عن مقیلہ — ویذھل الخلیل عن خلیلہ

۱۔ اے کافر بچو! رسول اللہ کا راستہ خالی کر دو، آج ہم تمہیں اسلام کے احکام پر عمل کرتے ہوئے تم کو ماریں گے۔

۲۔ ایسی مار جو سر کو کھوپڑیوں سے جدا کر دے گی، اور جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے بے نیاز کر دے گی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی نعت کا یہ شعر بہت مشہور و مقبول ہے:۔

لو لم تکن فیہ آیات مبینۃ — کانت بدیھتہ تنبیک بالخبر

اگر ذات گرامی میں دوسری روشن دلیلیں نہ بھی ہوتیں تو خود آپ کا چہرۂ انور تم کو حقیقت بتا دیتا۔

اس سے پہلے کے دو شعر یہ ہیں:۔

۱۔ روحی الفداء لمن اخلاقہ شھدت — بانہ خیر مولود من البشر

۲ عمت فضائلہ کل العباد کما — عم البریۃ ضوء الشمس والقمر

۱۔ میری روح قربان ہو اس ذات پر جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ نبی نوع

انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں۔

۲۔ان کے احسانات ساری مخلوق کے لئے عام ہیں، جیسے چاند و سورج کی روشنی ساری دنیا کے لئے عام ہے۔

"أسد الغابة" میں یہ تین شعر نقل کئے گئے ہیں:۔

۱۔انی تفرست فیک الخیر أعرفه	واللہ یعلم أن ما خاننی البصر
۲۔انت النبی من یحرم شفاعته	یوم الحساب، فقد ازری به القدرُ
۳۔فثبت اللہ ما آتاک من حسن	تثبیت موسیٰ و نصرا کالذی نصروا

۱۔میں نے آپ کو دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ آپ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جس کا مجھے علم ہے، اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر نے کوئی غلطی نہیں کی۔

۲۔آپ وہ نبی ہیں، جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اس کی تقدیر نے اس کو تباہ کر دیا (یعنی ایک محروم اور بد قسمت ہی شخص آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا)

۳۔اللہ تعالے آپ کو ان خوبیوں کے ساتھ ثابت قدم رکھے جو اس نے آپ کو عطا کی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ کو ثابت قدم رکھا اور جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اسی طرح آپؐ کی مدد کرے۔

"أسدُ الغابة" کی روایت کے مطابق حسب ذیل تین شعر بھی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہیں۔

۱۔وفینا رسول اللہ یتلو کتابه	اذا انشق معروف من الفجر ساطعُ
۲۔اراناالھدیٰ بعد العمی فقلوبنا	به موقنات أنّ ما قال واقعُ
۳۔یبیت یجافی جنبه عن فراشه	اذا استثقلت بالمشرکین المضاجعُ

۱۔ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں، جو اللہ کی کتاب اس وقت تلاوت کرتے ہیں، جب صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔

۲۔ انھوں نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی، جس کو پانے کے لئے ہمارے پاس آنکھیں نہیں چنانچہ ہمارے دلوں کو پورا یقین ہے کہ آپ نے جو بھی فرمایا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔

۳۔ وہ راتیں اس طرح گذارتے ہیں کہ جسم پاک بستر سے علیحدہ رہتا ہے، جبکہ مشرکین کے بوجھ سے بستر بھی پناہ مانگتے ہیں۔

تاریخ و سیر کی کتابوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار تعداد میں زیادہ ہیں، لیکن خالص نعت کے اشعار کم ہیں، زیادہ تر اسلام کی عظمت کا مضمون ہے یا پھر وہ قصیدے ہیں، جو کفار و مشرکین اور یہود کی ہجو میں کہے گئے ہیں، حضرت حسان اور حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ہجو میں فرق یہ ہے کہ حضرت حسان مشرکین مکہ کے انساب پر حملہ کرتے تھے، اور ان کی تاریخ کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کرتے تھے، جنہیں سن کر وہ تلملا تلملا کر رہ جاتے اور سمجھتے تھے کہ یہ باتیں حسان کو حضرت ابوبکر کے ذریعہ معلوم ہوئی ہوں گی[1] مگر عبداللہ بن رواحہ بزبان کفار کی ہجو دوسرے انداز سے فرماتے تھے، وہ کفر و شرک گمراہی اور بے دینی کا طعنہ دیا کرتے تھے اور فتح مکہ کے بعد جو لوگ سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئے جیسے ابو سفیان، ہند اور وحشی وغیرہ ان کو عبداللہ بن رواحہ کی کہی ہوئی ہجو زیادہ بری لگتی تھیں، کیونکہ وقت گذرنے کے بعد سب باتیں بھولی بسری ہو جاتی ہیں، مگر جن باتوں کو کسی کامیاب شاعر نے اپنی نظموں میں کہہ دیا ہے وہ ختم نہیں ہوتیں، اور لوگ اس کو دہرایا کرتے ہیں[2]۔

---

[1] ڈاکٹر شوقی ضیف "تاریخ الادب العربی" ج ۳ ص ۱۷۵ [2] ایضاً

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد پاک میں جن صحابۂ کرام سے نعتیہ کلام منقول ہے ان میں تو چند ایسے ہیں، جنھوں نے کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر یا دو تین شعر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کبھی سنایا جیسے ابوبکر صدیق، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور کچھ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے خود کہا، اس گروہ کے سرخیل حضرت حسان اور عبداللہ بن رواحہ ہیں، چند شعر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اور نبہانی نے اپنے مجموعہ میں "اُسُدُ الغابہ" کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عباس نے حضور اکرم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کی مدح میں کچھ عرض کروں، حضور اکرمؐ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

لا یفضض اللّٰہ فاک۔ اللہ آپ کی زبان کبھی بند نہ کرے۔

یعنی اللہ آپ کی طاقت گفتار میں کمی نہ کرے، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار خدمت گرامی میں پیش کئے:-

۱- من قبلہا طبت فی الظلال وفی — مستودع حیث یخصف الورق

۲- وانت لما ولدت اشرقت الا — رض وضاءت بنورک الافقُ

۳- فنحن فی ذلک الضیاء وفی النو — ر وسبیل الرشاد نخترق[1]

۱- آپ اپنی پیدائش سے قبل (ایک پاکیزہ کلی کے مانند) بڑے آب و تاب کے ساتھ

---

[1] اس قطعہ میں چند اشعار کے اضافے بھی کئے گئے ہیں، جن کی صحت مشتبہ ہے، ملاحظہ ہو "سمط اللآلی علی الامالی" ج ۲ ص ۸۵ مطبوعہ مصر ۱۹۳۲ء

(جنت کے) سایوں میں ایک خزانے کے اندر تھے جہاں درخت کی پتیاں ایک دوسرے سے جُٹی رہتی ہیں۔

۲۔ اور جب آپ پیدا ہوئے تو روئے زمین جگمگا اٹھی، اور آپ کی روشنی سے دنیا کے چاروں کونوں میں اجالا ہو گیا۔

۳۔ آج ہم آپ کی بخشی ہوئی روشنی میں زندگی گذار رہے ہیں، اور وہی نور ہے اور ہدایت کے کھلے ہوئے تمام راستے ہیں، جن کو ہم طے کر رہے ہیں۔



حضرت عبداللہ بن زبعریٰؓ کی نعت

آپ مکہ مکرمہ کے شعراء میں شمار ہوتے ہیں، حالت کفر میں اسلام کے خلاف لوگوں کو ابھارا کرتے تھے، ذات گرامیؐ کے بارے میں ہرزہ سرائی کا ارتکاب کرتے تھے اور حضرت حسان بن ثابت کا مقابلہ کفار قریش کی طرف سے کیا کرتے تھے، جب اسلام لے آئے تو اپنی ادبی صلاحیت سے دین کی نصرت شروع کر دی، ذیل کے چند اشعار میں انھوں نے اپنی پچھلی زندگی پر ندامت کا اظہار کیا ہے۔ گویا یہ اشعار ان کے منظوم توبہ نامہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۔ یارسول الملیک ان لسانی	راتقٌ ماشفقت، إذ انا بورُ
۲۔ إذ أجاری الشیطان فی سنن الغی	ومَن مال میله مثبورُ
۳۔ إنّ ماجئتنا بہ حق صدق	ساطع نورہ مضی منیر
۴۔ جئتنا بالیقین والبروالصد	ق وفی الصدق والیقین سرور
۵۔ أذهب الله ضلة الجهل عنا	وأتانا الرخاء والمیسورُ

۱۔ اے خدائے برتر و حاکم کے پیغمبر! میری زبان آج اس چاک کا رفو کر رہی ہے، جو

میں نے اس وقت چاک کیا تھا جبکہ میں ہلاکت کے راستہ پر تھا۔

۲۔ اور جبکہ میں گمراہی کے راستے پر شیطان کے ساتھ دوڑ رہا تھا، اور جو بھی شیطان کے راستہ پر گامزن ہوگا، ہلاک ہو کر رہے گا۔

۳۔ بلاشبہ آپ جو دین لائے ہیں، وہ صداقت و حقانیت کا دین ہے، جس کی روشنی پھیل رہی ہے اور وہ اجالا پھیلا رہی ہے۔

۴۔ آپ جو دین لائے ہیں، وہ یقین، بھلائی اور سچائی کا دین ہے، اور سچائی اور یقین میں مسرتیں پنہاں ہیں۔

۵۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ جاہلیت کی گمراہی ہم سے دور کر دی، اور فراغت و خوشحالی عطا فرمائی۔

"جمہرۃ اشعار العرب فی الجاہلیۃ والاسلام" میں عبداللہ بن الزبعریؓ کے مزید چند اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

۱۔ انی لمعتذر الیک من الذی	اسدیتُ اذ أنا فی الضلال أهیمُ
۲۔ ایام تامرنی بأغوی خطۃٍ	سهم وتامرنی بها مخزوم
۳۔ فاغفر فدیً لک والدتی کلاهما	ذنبی، فانک راحم مرحومٌ
۴۔ وعلیک من اثر الملیک علامۃ	نورٌ أضاء، خاتم مختومُ
۵۔ مضت العداوۃ فانقضت اسبابها	ودعت اواصر بیننا وحلوم

۱۔ میں معذرت خواہ ہوں ان لغزشوں سے جو مجھ سے گمراہی کی حالت میں سرزد ہوئی تھیں۔

۲۔ اس وقت جبکہ قبیلہ سہم والے گمراہ ترین چال چلنے پر مجبور کر رہے تھے، اور قبیلہ مخزوم

والے بھی یہی سازش کر رہے تھے۔

۳۔ لہٰذا معاف فرما دیجئے میرا گناہ میرے ماں باپ دونوں آپ پر قربان ہو

کیونکہ آپ رحم کرنے والے ہیں، اور آپ خود مورد رحمت ہیں۔

۴۔ خدائے بزرگ و برتر کے حکم کی علامت آپ کے وجود سے ظاہر ہے، آپ کا و

ایک روشنی ہے، جس نے اجالا پھیلایا اور مہر نبوت ہے، جو ثبت کر دی گئی ہے۔

۵۔ دشمنی ختم ہوئی، اور دشمنی کے اسباب ختم ہوئے، ہمارے آپ کے درمیان کا وہ

ختم ہوا جبکہ تعلقات منقطع تھے۔



حضرت کعب بن مالک رضؓ کی نعتیں

صاحب الجمہرہ نے مدینہ منورہ کے جن پانچ شعرا کا نام لیا ہے، ان میں حضرت کعب بن مالک بھی ہیں۔ غزوۂ تبوک میں جو تین صحابہ پیچھے رہ گئے تھے، جن کی توبہ کی قبولیت کا ذکر قرآن کریم میں ہے، ان میں ایک حضرت کعب رضؓ بھی تھے، اسی طرح بیعت عقبۂ ثانیہ میں جن انصار مدینہ نے شرکت فرمائی تھی ان میں ایک حضرت کعب رضؓ بھی تھے، نعت نبوی میں ان کا کوئی معتد بہ کلام نظر سے نہیں گذرا چند متفرق اشعار "سیرۃ ابن ہشام" میں نقل کئے گئے ہیں، جن میں سے ایک قصیدہ وہ ہے، جس کو انھوں نے اس وقت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پڑھا تھا، جبکہ غزوۂ حنین کے بعد طائف کی طرف رخ فرمایا تھا، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس قصیدہ کو سن کر فرمایا تھا:-

نقد شکرلک اللہ علی قولک ھذا یا کعب[1]! — یعنی اے کعب! اللہ نے تمہارے اس قول کی قدر دانی فرمائی۔!

---

[1] "الروض الانف" ج ۲ ص ۲۸۲ طبع مصر ۱۳۳۲ھ

اس قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:۔

۱۔ قضینا من تہامۃ کل ریب	وخیبر ثم اجمعنا السیوفا
۲۔ نخیرھا ولو نطقت، لقالت	قواطعھن: دوسًا أو ثقیفا
۳۔ وانا قد اتیناھم بزحف	یحیط بسور حصنھم صفوفا
۴۔ رئیسھم النبی وکان صلبا	نقی القلب مصطبرا عزوفا
۵۔ رشید الأمر ذو حکم وعلم	وحلم لم یکن نزقا خفیفا
۶۔ نطیع نبینا ونطیع ربا	ھو الرحمان کان بنا رؤوفا

۱۔ جب تہامہ کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے، اب دشمنوں کا وہاں کھٹکا نہیں رہا اور خیبر سے بھی فارغ ہو چکے، پھر ہم نے اپنی تلواروں کو اکٹھا کیا۔

۲۔ ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیئے ہوئے ہیں، اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہتیں اکہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا ثقیف۔

۳۔ ہم ایک فوج لے کر ان تک پہنچے ہیں، ان کے قلعوں کے حصار کو صف بستہ فوج گھیرے ہوئے ہے۔

۴۔ ان جوانمردوں کے سردار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، جو ایک پختہ کار انسان ہیں، دل کے پاک صبر کرنے والے، پست باتوں سے بہت بلند۔

۵۔ جن کا معاملہ بہت سلجھا ہوا ہے، تدبیر، علم اور بردباری والے اوچھی باتوں اور ہلکے پن سے بہت دور۔

۶۔ ہم اپنے نبی کی اطاعت کرتے ہیں، اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں جو کہ بہت رحم کرنے والا ہے، اور ہم پر انتہائی شفقت فرمانے والا ہے۔

غزوۂ احد کے موقع پر کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ کہا تھا، جس کے چند شعر یہ ہیں:-

۱۔ فینا الرسول شہاب ثم یتبعہ — نور مضی لہ فضل علی الشہب

۲۔ الحق منطقہ، والعدل سیرتہ — فمن یجبہ الیہ ینج من تبب

۳۔ نجد المقدم ماضی الہم معتزم — حین القلوب علی رجف من الرعب

۴۔ یمضی ویذمرنا عن غیر معصیۃ — کأنہ البدر لم یطبع علی الکذب

۵۔ بدا لنا فاتبعناہ نصدقہ — وکذبوہ، فکنا اسعد العرب[1]

۱۔ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ایک درخشندہ ستارہ کے مانند ہیں، جن سے روشنی کی ایک لو نکلتی ہے، جو سب کو روشن کر دیتی ہے اور دوسرے تمام ستاروں کو روشنی بخشتی ہے۔

۲۔ ان کی بات حق ہے، ان کی سیرت عدل ہے، جس نے ان کی پیروی کی ہلاکت سے نجات پا گیا۔

۳۔ جبکہ (جنگ کی ہولناکیوں سے) رعب سے لوگوں کے دل دھڑکنے لگتے ہوں، اس وقت آپ بے باکی سے آگے بڑھنے والے، عزم و ہمت کے دھنی اور ارادہ کے مضبوط نظر آتے ہیں۔

۴۔ خود آگے بڑھتے ہیں، اور ہمیں للکارتے ہیں، اور یہ للکارنا معصیت کا نہیں ہوتا، گویا کہ وہ ماہ تمام ہیں، جھوٹ سے تو ان کی سرشت ہی پاک ہے۔

۵۔ وہ ہم میں ظاہر ہوئے، ہم نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے اتباع کی، دوسروں نے ان کو جھٹلایا، لہذا عربوں میں سب سے زیادہ خوش بخت ہم ہی تھے۔

---

[1] روایت ابن اسحاق، منقول از سیرۃ ابن ہشام ج ۳ و ۴ ص ۱۷/۳۷

حضرت عباس بن مرداس رضؓ کی نعتیں

قبیلۂ مضر، جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قبیلہ ہے، اس کی ایک شاخ میں عرب کی ایک مشہور شاعرہ خنساؔ گذری ہیں جنھوں نے اپنے بھائیوں کے قتل ہونے پر ایسے دلدوز اور پرسوز مرثیے کہے ہیں جس کا جواب عربی شاعری میں نہیں ملتا، انہی خاتون کے صاحبزادہ عباس بن مرداسؓ تھے، فتح مکہ سے تھوڑا پہلے ایمان لائے[1]، اور ان نئے مسلمانوں میں ان کا شمار تھا، جن کی دلداری کی جاتی تھی (مؤلفۃ القلوب میں سے تھے)[2] ان کے ایک گھوڑے کا نام عُبید (عبد کی تصغیر) تھا، اس لئے ان کو فارس العبید کہا جاتا تھا۔ یہ حضرت، خالص بدویانہ معاشرت کے عادی تھے، شہروں میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے، اسی لئے کبھی زیادہ دنوں تک مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں کبھی نہیں رہتے[3]، انھوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں عہد پائے۔

ان کے اشعار میں شراب کی مذمت ملتی ہے، زمانہ جاہلیت ہی سے اس سے وہ

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ صـ ۱۳۰ [2] ایضاً نیز حسن الصحابہ ج ۱ صـ ۱۳۲

[3] الاصابہ ت ۴۵۰۰، ابن سعد ج ۱ صـ ۱۵ -

متنفر تھے، بہادری اور شجاعت کا مضمون تو عربی شاعری کا امتیاز ہے، یہ مضمون ابن مرداس کے یہاں بھی بڑے آب وتاب سے موجود ہے، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ان کے چند قصائد ملتے ہیں[1]، جن میں زیادہ معتبر کلام یہ ہے:-

۱۔ رأیتك یا خیر البریة کلها	نشرت کتابا جاء بالحق معلما
۲۔ ونورت بالبرهان امرا مدمسا	واطفأت بالبرهان جمرا مضرما
۳۔ فمن مبلغ عنی النبی محمدا	وکل امرئ یجزیٰ بما قد تکلما
۴۔ تعالیٰ علوا فوق عرش الهنا	وکان مکان الله اعلیٰ واعظما

۱۔ اے کائنات ارضی کی سب سے بہتر متاع! میں نے دیکھ لیا کہ آپ نے وہ احکام الٰہی پھیلائے جس نے حق بالکل آشکارا کر دیا۔

۲۔ اور وہ شے جو آج تک تاریکیوں میں دبی پڑی تھی تو اس کو برہان حق سے روشن کر دیا اور دہکتی ہوئی چنگاریوں کو اسی برہان سے بجھا دیا۔

۳۔ اللہ کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک میرا یہ پیغام کوئی پہنچا دے اور ہر شخص اپنے قول کی جزا پاتا ہے۔

۴۔ عرش بریں پر خدائے بزرگ و برتر کی ذات بلند و بالا ہے، اور خدا کا مقام (ہمارے تصورات وادراکات سے) بلند تر ہے۔

ان اشعار میں توحید کی وہ روح جھلکتی ہے، جس کی دعوت دینے کے لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے، کسی پیغمبر کی سب سے بڑی مدح یہی ہے کہ اس کی تعلیمات کو سراہا جائے اور اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے۔

---

[1] شرح شواہد المغنی ص۲۴۲، ابن ہشام ج ۲ ص ۶۰، تہذیب ابن عساکر ج ۲ ص ۲۵۵

یوں تو ان حضرات کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ کرام ہیں، جن سے متفرق اشعار کی روایت کی جاتی ہے، مگر اوّلاً ان کی صحت کا یقین نہیں ہے، دوسرے اگر انھوں نے کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر بھی دہرایا تو تاریخ نویسوں نے "اَنْشَدَ" کا لفظ استعمال کیا ہے، جس کے معنی دونوں ہو سکتے ہیں کسی کا شعر پڑھا یا خود کہا۔

بہرحال یہ وہ شعراء تھے جنھوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کی خدمت میں خراج عقیدت اشعار کی شکل میں پیش کیا، ان کے کلام کی مشترک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں مبالغہ بالکل نہیں ہے، حدود کا مکمل لحاظ ہے، جوش ہے لیکن ہوش کے ساتھ، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات سے سرمو انحراف نہیں ہے۔

ان شعراء نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف بیان کیے ہیں، ان میں آپ کے پاکیزہ اخلاق مثلاً عدل گستری، بندہ پروری، رحم دلی، غریبوں اور یتیموں کے ساتھ شفقت، حکمت تدبر، حلم و بردباری کا بیان ہے، یا آپ کے اعلیٰ حسب و نسب کا تذکرہ ہے، اس کے علاوہ آپ کے ظاہری جمال کی طرف اشارہ ہے، جو صحابہ کرام کا اپنا مشاہدہ تھا، اور وہ قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم نے اپنے چشم سر سے حضور انور کو چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین و جمیل پایا۔[1]

---

[1] حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چودھویں رات کی چاندنی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (یمنی چادروں کا) سرخ جوڑہ زیب تن فرماتے ہوئے دیکھا، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا، اور کبھی آپ کے روئے انور کو، اور دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں کون زیادہ جمیل ہے، بالآخر فیصلہ یہی ٹھہرا کہ خدا کی قسم آپ کا چہرۂ انور چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین تھا، ملاحظہ ہو شمائل ترمذی، الروض الانف، ترمذی۔ باب الشمائل، ج ۳ ص ۸۹

خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نعتیں

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ...... مدح کرنے والے صحابہ کرام میں مشہور و معروف بھی حضرات ہیں، جن کے کلام کا ان صفحات میں تعارف کرایا گیا ہے' ان کے علاوہ چند قطعات اور متفرق اشعار ملتے ہیں، جن کی روایتیں تاریخی اور ادبی دونوں حیثیتوں سے مشتبہ ہیں' اور یہ اشعار بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے تاثر میں کہے گئے ہیں، اور ان کو "جمہرۃ اشعار العرب" میں مراثی کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے۔

ابو زید القرشی نے جمہرہ میں المفضل الضبی کا قول نقل کیا ہے کہ :۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے حضور کی شان میں شعر نہ کہا ہو اور اس شعر کو موقع پر پڑھ کر سنایا نہ ہو"

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا ؎

أجدك ما لعينك لا تنام ۔۔۔۔ كأن جفونها فيها كلامُ

ہائے تیری قسمت تیری آنکھ کو نیند کیوں نہیں آتی، گویا اس کی پلکوں میں زخم بھرے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

ماذلت منذ وضعوا فراش محمد　　　　کیما یمرض، خائفاً اتوجع

جب سے لوگوں نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو بستر علالت پر لٹایا کہ آپ کی تیمارداری کی جائے، میں اسی وقت سے خوف زدہ اور دلگیر تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ شعر کہا:۔

فیا عینی أبکی ولا تسأمی　　　　وحق البکاء علی السیّد

اے میری آنکھ رو اور رونے سے نہ اکتا، آقا پر رونا روا ہے۔

حضرت علی کرم وجہہ نے بھی ایک شعر کہا:۔

ألا طرق الناعی بلیل فراعنی　　　　وارقنی لما استقر منادیا

موت کی خبر دینے والے نے رات مجھے چونکایا تو میں گھبرا گیا، اور صبح کی اذان تک میری نیند اچاٹ رہی۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی طرف یہ دو شعر منسوب کئے گئے ہیں اور ان کی بڑی شہرت ہے:۔

۱۔ ماذا علی من شم تربة أحمد　　　　ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

۲۔ صبت علیّ مصائب لو أنها　　　　صبت علی الایام صرن لیالیا

۱۔ جس نے احمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قبر کی مٹی سونگھی ہے اور اگر وہ عمر بھر کوئی عطر نہ سونگھے تو اس کا کیا نقصان ہوگا؟ (یعنی عمر بھر اس کو کسی عطر کے سونگھنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی)

۲۔ مجھ پر وہ مصائب پڑے ہیں کہ اگر دن پر یہ مصائب ڈالے جاتے تو وہ رات میں

ـدیل ہوجاتے۔

ان اشعار میں جو شعر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے، وہ عاتکہ بنت ـبد المطلب کے مرثیہ میں بھی ملتا ہے، جو انھوں نے اپنے والد کی وفات سے چند لمحے پہلے کہے تھے (ملاحظہ ہو سیرۃ ـن ہشام ذکر وفات عبد المطلب) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے منسوب دونوں اشعار میں کوئی ربط ـیں ہے، نیز زبان اور خیال آفرینی دونوں میں تصنع ظاہر ہے، جو سیدۂ پاک رضی اللہ عنہا سے بہت بعید ـہے البتہ اس کے علاوہ عربی میں پانی یا مادی شئی کے ڈالے جانے کیلئے "صبّ" کا فعل مستعمل ہے، غیر مرئی یا خیالی چیز ـتے جیسے مصیبت وغیرہ اس کے لئے بطور استعارہ اس فعل کا استعمال فارسی کا خاصہ ہے، حافظ شمس الدین بن ـاصر الدمشقی نے "سلوۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب" میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب کے ـچند اشعار نقل کئے ہیں، اِن کی صحت کا قرینہ غالب ہے، کیونکہ بقول ابن اسحاق، عبد المطلب کی آٹھ بیٹیاں ـتھیں، اور سب کی سب برجستہ شعر کہنے والی تھیں، دوسرے اس قصیدہ میں اس عصر کی سادہ ذکر، بلا تصنع ـاظہار غم، اور زبان و ترکیب میں یکسانیت لگتی ہے، اشعار یہ ہے۔

۱۔ الا یا رسول اللہ، کنت رجاءنا … وکنت بنا برا ولم تک جافیا

۲۔ وکنت بنا رؤوفا، رحیما، نبینا … لیبک علیک الیوم من کان باکیا

۳۔ افاطم صلے اللہ رب محمد … علی جدثٍ أمسیٰ بیثرب ثاویا

۴۔ اریٰ حسنًا أیتمتہ وترکتہ … یبکی ویدعو جدہ الیوم ناعیا

۵۔ فدی لرسول اللہ امی وخالتی … وعمی ونفسی قصرۃ ثم خالیا

۶۔ صبرت وبلغت الرسالۃ صادقا … وقدمت صلب الدین ابلج صافیا

۷۔ فلو ان رب العرش أبقاک بیننا … سعدنا ولکن امرہ کان ماضیا

۸۔ علیک من اللہ السلام تحیۃ … وادخلت جنات من العدن راضیا

ـے عربی قصائد کو اردو غزل پر قیاس نہ کیا جائے، قصیدے کا ہر شعر ایک دوسرے سے مربوط ہوتا ہے جس طرح قطعات میں۔

۱۔ یارسول اللہ آپ ہی سے ہماری امیدیں وابستہ تھیں، ہم پر آپ مہربان تھے، آپ سخت گیر نہ تھے۔

۲۔ آپ ہم پر شفقت فرمانے والے تھے، رحم فرمانے والے تھے، ہمارے نبی تھے، جس کو رونا ہو وہ آج آپ کے لئے روئے۔

۳۔ فاطمہ! محمد کا رب اللہ اپنی رحمتیں اس قبر پر نازل فرمائے جو یثرب میں بنائی گئی ہے۔

۴۔ میں دیکھتی ہوں کہ حسن کو آپ نے یتیم کر دیا اور ان کو روتا چھوڑ کر چلے گئے وہ آج اپنے نانا کو رو رو کر پکار رہے ہیں۔

۵۔ رسول اللہ پر میرے ماں باپ، ماموں خالہ اور خود میری جان فدا ہو۔

۶۔ آپ نے صبر کیا، پیغام حق، پوری سچائی اور امانت کے ساتھ پہنچا دیا اور اصل دین کو روز روشن کی طرح تابناک بنا کر پیش کیا۔

۷۔ اگر عرش بریں کا والی آپ کو ہمارے درمیان باقی رکھتا تو ہماری خوش نصیبی تھی، اور جب اٹھا لیا تو اس کا حکم اٹل ہے۔

۸۔ اللہ کا سلام و درود آپ پر ہو اور آپ خوشی و خرمی کے ساتھ اس کی جنتوں میں داخل ہوں۔



ابوسفیان کی مدح

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب نے آپؐ کی وفات پر ایک مرثیہ کہا تھا جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

۱۔ ارقت وبات لیلی لایزول	ولیل اخی المصیبۃ فیہ طول
۲۔ وأسعدنی البکاء وذاک فیما	اصیب المسلمون بہ قلیل
۳۔ اصبنا بالنبی وقد رزأنا	مصیبتا فحملھا ثقیل
۴۔ فلم نومثلہ فی الناس حیا	ولیس لہ من الموتی عدیل
۵۔ افاطم ان جزعت فذاک عذر	وان لم تجزعی فھو السبیل
۶۔ فقبر ابیک سید کل قبر	وفیہ سید الناس الرسول
۷۔ صلاۃ اللہ من رب رحیم	علیہ لا تحول ولا تزول

۱۔ میری نیند اچٹ گئی، میری رات ختم ہونے پر نہیں آتی، مصیبت زدہ کی رات دراز ہوتی ہی ہے۔

۲۔ گریہ سے مجھے سکون ملا، مگر مسلمانوں پر جو مصیبت پڑی ہے اس کے لحاظ سے یہ گریہ بہت معمولی ہے۔

۳۔ نبی کی جدائی کا غم پڑا ہے، اس مصیبت نے ہمیں گھیرا ہے جس کا تحمل مشکل ہے۔

۴۔ ہم نے کسی زندہ کو ان کے جیسا نہیں پایا، اور نہ وفات پانے والوں میں ان کا کوئی ہمسر ہے

۵۔ فاطمہ! اگر آپ ماتم کرتی ہیں تو آپ معذور ہیں، اور اگر ماتم نہ کریں تو یہ اولیٰ ہے۔

۶۔ آپ کے والد کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے، جس کے اندر تمام انسانوں کے سردار رسول اللہ آرام فرما ہیں۔

۷۔ اللہ جو مالک اور رحیم ہے اس کی لاکھوں رحمتیں رسول اللہ پر نازل ہوں اور مسلسل لگاتار تا قیامت نازل ہوتی رہیں۔



ایک معمّر خاتون کی نعت

"المواہب اللدنیہ" میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب معمول ایک رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت لگا رہے تھے تو ان کو ایک جھونپڑے میں روشنی نظر آئی، قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت روئی دھن رہی ہے، اور یہ گاتی جاتی ہے۔

۱۔ علیٰ محمدٍ صلاۃ الابرار — صلی علیہ الطیبون الاخیار

۲۔ قد کنت قواما بکی بالاسحار — یالیت شعری والمنایا أطوار

۳۔ ھل تجمعنی وحبیبی الدار

۱۔ محمد پر پاکیزہ نفوس کا درود ہو پسندیدہ، منتخب حضرات کا ان پر سلام ہو۔

۲۔ میں راتوں کو جاگتی، سحر تک آنسو بہاتی رہوں، اے کاش اموت کی بھی تو شکلیں ہیں۔

۳۔ کیا ہمارے حبیبؐ سے ہم کو دارِ آخرت ملائے گی؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہیں بیٹھ کر رونے لگے، پھر اٹھے اور اس ضعیفہ کو سلام کیا

اور کہا پھر اپنا نغمہ سنائیے، اس ضعیفہ نے درد بھری آواز میں پھر انھیں دہرایا حضرت فاروق اعظم رضی پر پھر گریہ طاری ہوا، جب ذرا طبیعت سنبھلی تو فرمایا کہ عمر کو بھی ذرا اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے گا تو اس خاتون نے برجستہ ایک مصرعہ کا اضافہ کیا ؎

وعمر فاغفر لہ یا غفار

یعنی عمر کو اے غفار بخش دے۔

"اسد الغابہ" کی روایت کے مطابق حسب ذیل اشعار بھی حضرت ابوسفیان بن الحارث کے ہیں، جو انھوں نے اسلام لانے کے بعد کہے تھے۔

۱۔ لعمرك انی یوم أحمل رایۃ	لتغلب خیل اللات خیل محمد
۲۔ لکالمظلم الحیران اظلم لیلہ	فھذا أوانی حین اھدی فاھتدی
۳۔ ھدانی ھادٍ غیر نفسی ودلنی	علی اللہ من طردتہ کل مطرد
۴۔ أصد وأنأی جاھداً عن محمد	وادعی وان لم انتسب من محمد

۱۔ تمہاری قسم جب میں وہ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا کہ "لات" کی فوج محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی فوج پر غالب آجائے۔

۲۔ تو میں تاریکی میں پڑا ہوا حیران شخص تھا جس کی رات تاریک ہو، مگر اب میرا وقت آگیا ہے کہ میں ہدایت پاچکا ہوں اور ہدایت دے رہا ہوں۔

۳۔ ہدایت دینے والے (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مجھے ہدایت دیدی ہے وہ ہادی جو میرے نفس کے علاوہ ہے، اور انھوں نے مجھے اللہ کا راستہ دکھا دیا وہ راستہ جس سے میں ہر طرح سے گریز کر رہا تھا۔

۴۔ اب میں پوری کاوش سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتا ہوں اور اگرچہ اپنی نسبت محمد سے نہیں کرتا ہوں مگر انہی کے گروہ میں مجھے بھی پکارا جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں خود فخریہ طور پر نہیں کہتا پھرتا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ قریب ہوں اور میرا یہ رشتہ ہے، مگر لوگ انہی کے زمرہ میں مجھے سمجھنے لگے ہیں۔

صحابہ کرام میں سے اصید بن سلمۃ السلمی، مالک بن عوف النصری، قیس بن بجرۃ الاشجعی عمرو بن سبیع الرہادی، فضالہ اللیثی، اور مازن بن الغضوبۃ الطائی کے اشعار "اسد الغابہ" اور "سیرۃ ابن ہشام" میں مذکور ہیں جنھیں طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر رہا ہوں کیونکہ جو نمونے اوپر گذر چکے وہی عام رنگ ان تمام قصائد و قطعات کا بھی ہے جو ان صحابہ کرام نے کہے ہیں یا جو ان کی طرف منسوب ہیں۔

"طلع البدر علینا"

اس دور کے مدائح کا اختتام اس مشہور قطعہ پر کرنا مناسب ہوگا جو ہجرتِ مدینہ کے موقع پر مدینہ منورہ کی لڑکیاں گا رہی تھیں، بیہقی نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ تینوں شعر ہیں۔

صاحب "البدایہ والنہایہ" نے دو شعر، اور ابن عساکر نے صرف پہلا شعر نقل کیا ہے البدایہ والنہایہ نے ہجرتِ مدینہ کے علاوہ غزوۂ تبوک سے واپسی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ روایت کی ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے، لیکن روایت ایک ہی ہے[۱]:۔

۱۔ طلع البدر علینا	من ثنیاتِ الوداع
۲۔ وجب الشکر علینا	ما دعا للہ داع
۳۔ ایھا المبعوث فینا	جئت بالأمر المطاع

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۱ مکتبۃ المعارف بیروت ۱۹۶۶ء

۱۔ پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے ہیں، آج چودھویں کا چاند نکل آیا ہے۔

۲۔ جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا، ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا۔

۳۔ اے وہ ذات پاک جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے، آپ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں۔

بنی نجار کی بچیاں دف بجا بجا کر یہ شعر گاتی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار　　　یا حبذا محمد من جار

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، اے خوشا بخت کہ محمد آج ہمارے پڑوسی ہیں۔[1]

فنی لحاظ سے یہ شعر ہر طرح سے مکمل ہے۔ پہلے مصرعہ میں جوار جاریہ کی جمع باندیوں لڑکیوں کے معنوں میں دوسرے مصرعہ میں جار پڑوسی کے معنی میں ہے۔



---

[1] ایضاً ج ۵ ص ۲۳

صحابۂ کرام ؓ کے بعد بزرگانِ امت کی نعتیں اور ان دونوں کا فرق

صحابۂ کرام کے بعد جن شعراء نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھی، جن کے نمونے اب آپ کے سامنے آئیں گے، ان کے اندر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے جانثاری اور فدویت کا تعلق اور محبت وفنائیت کا بے انتہا اظہار، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے دلی تعلق اور وابستگی کا مضمون زیادہ ملے گا، جذبات کے اندر دل سوزی رقّت اور فدائیت کا عنصر نمایاں ہے، بظاہر یہ معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام کے کلام میں اتنا جوش وخروش نہیں ہے، جو بعد کے لوگوں میں دیکھا جاتا ہے، لیکن یہ بات اس وقت بے حقیقت نظر آئے گی، جب آپ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں یہ دیکھیں گے کہ صحابۂ کرام نے اپنی دل سوزی اور فنائیت کا اظہار عمل سے کیا تھا، بعد کے لوگوں نے اپنے قول سے کیا، حضرت ابودجانہ کا واقعہ جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو غزوۂ احد کے موقع پر اپنے جسم کے گھیرے میں لئے ہوئے تھے، اور سارے تیر جو دشمنوں کی طرف سے آرہے تھے، اپنی پشت پر برداشت کرتے رہے، تاکہ حضور اکرم ؐ کو ایک تیر بھی نہ لگنے پائے، کیا اس کے سامنے

کسی شاعر کے نازک سے نازک خیال اور فدائیت و فنائیت کے باریک سے باریک تر مضمون کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے، اسی طرح غزوۂ احد ہی کے موقع پر ایک خاتون[1] کا حضور اکرم کو تلاش کرتے ہوئے میدان جنگ پہونچ جانا اور لوگوں سے سننا یہ ان کے بیٹے کی لاش ہے، یہ شوہر کی لاش ہے اور یہ باپ اور بھائی کی لاشیں ہیں، مگر ان کا بار بار یہی پوچھنا کہ بتاؤ حضورؐ کیسے ہیں، اور جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو ان کو لاکر کھڑا کیا تو انھوں نے بلا تامل کہا ؎

کل مصیبۃٍ بعدک جللٌ۔ ہر مصیبت آپ کے (سلامت رہنے کے) بعد معمولی ہے

معاذ اللہ کسی مداحِ رسول کے جذبات کی توہین مقصود نہیں ہے اور ان کی صداقت پر شبہ کرنا گناہ سمجھتا ہوں، لیکن یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی محبتِ رسول، ان کی فنائیت اور سوز دروں کا اظہار ان کے عمل سے ہوتا تھا، اب اسی واقعہ کو لے لیجئے جو ابھی ذکر کیا گیا، کیا اپنی جگہ پر کسی پُرسوز، دل گداز، نازک ترین جذبات کی ترجمانی کرنے والے قصیدہ سے کم ہے؟ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غار ثور میں اس سوراخ کے دہانے پر اپنا انگوٹھا ڈالدینا جس میں سانپ تھا تاکہ وہ نکل کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا نہ پہونچا سکے، اور ذات نبوی سے صحابہ کرام کا عشق جس کی تصویر مؤرخ اس طرح کھینچتے ہیں کہ آپؐ وضو کرتے تو یہ پانی زمین میں نہیں گرنے دیتے اور ایک دوسرے سے مسابقت کرتے کہ اس غسالہ کو لے کر اپنے سر اور منھ میں مل لیں۔

آپ کے دہن مبارک سے جو فضلہ نکلتا اس کو اپنے ہاتھ پر لے لیتے، آپؐ کی مجلس میں

---

[1] ان خاتون کا نام سیرۃ ابن ہشام میں مذکور نہیں ہے، صرف یہ لکھا ہے کہ قبیلۂ بنی دینار کی ایک عورت تھیں، رضی اللہ عنہا، ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۱۰۵

اس طرح بیٹھتے کہ گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہیں[1] جو ذرا سی حرکت سے اڑ جائیں گے اسی طرح کے بیسیوں واقعات ایسے ہیں، جن کو پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے ایک ایک عمل ادب، احترام، محبت بلکہ عشق میں ڈوبا ہوا ہے، اور شعرا کے ضخیم دیوان اور بیاضوں پر بھاری ہے۔

پہلی صدی ہجری کے بعد کئی صدیوں تک نعت کے ذخیروں کا پتہ نہیں چلتا، ڈاکٹر زکی مبارک نے "المدائح النبویۃ فی الادب العربی" میں عصر اول کے تین شعراء اعشیٰ، کعب بن زہیر اور حضرت حسان کے بعد ان شعراء کا کلام نقل کیا ہے، جو اہل بیت رسول اللہ کی مدح کرتے تھے، اور شہدائے کربلا کا مرثیہ کہتے تھے، جیسے فرزدق، الکمیت بن زید الاسدی، دعبل اور مہیار الدیلمی، لیکن انھوں نے بھی ان قصائد کے لئے "نبویات" کے بجائے "ہاشمیات" کا عنوان تجویز کیا ہے، بعد کی صدیوں میں ہمیں ایک وسیع خلا نظر آتا ہے، جس کے متعدد سیاسی و اجتماعی اسباب ہیں۔

عصر اول میں جو نعتیں کہی گئیں، وہ ایک اہم ضرورت اور دین کی نصرت کے لئے

---

[1] عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش نے صلح حدیبیہ سے پیشتر اپنا سفیر بنا کر حضور اکرم کی خدمت میں روانہ کیا تھا اسے سمجھا دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو ذرا غور سے دیکھے اور قوم کو آکر بتائے، عروہ نے دیکھا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ یوں گرتے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے حضور کے لب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے وہ کسی کسی ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں، حضور کوئی حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لئے سب دوڑ پڑتے ہیں حضور کچھ بولتے ہیں تو سب چپ چاپ ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے، عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آکر بیان کیا، لوگو! میں نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا، قیصر کا دربار بھی دیکھا اور نجاشی کا دربار بھی دیکھا مگر اصحاب محمد جو تعظیم محمد کی کرتے ہیں، وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔"

"رحمۃ للعالمین" قاضی سلیمان منصورپوری ج ۲ ص ۱۰۴ طبع دہلی (حنیف بکڈپو)

وقت اور ماحول کے پیش نظر ایک فرض دینی سمجھ کر کہی گئی تھیں، ان کا مقصد بھی قصیدہ خوانی برائے اظہار تعلق نہ تھا، آخری صدیوں میں جب مسلمانوں کا انحطاط اس درجہ پہونچ گیا کہ اہل تعلق کے سامنے نہ جہاد کی مصروفیت رہی اور نہ کتاب وسنت کی قابل ذکر خدمت کا کام رہ گیا، تو ان کے جذبۂ حب نبوی کے اظہار کا ذریعہ صرف شعر رہ گیا، متنبی نے خوب کہا ہے ؎

لا خیل عندک تهدیها ولا مال فلیسعد النطق ان لم تسعد الحال

نہ تمہارے پاس گھوڑے ہیں کہ ان کا ہدیہ پیش کرو، نہ توڑے ہیں کہ ان کی نذر گزارو تو پھر قوت گویائی ہی مدد کرے، اگر حالات مساعدت نہیں کرتے ہیں۔

لہذا بعد کے مداحین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زبان حال سے یہی کہا کہ اب جہاد کا کام رہا نہیں، اب لے دے کر اظہار تعلق، اظہار فدویت، جذبۂ فنائیت اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت ومحبت کے اظہار کا ذریعہ صرف زبان رہ گیا ہے، لہذا اس کو کام میں لایا جائے۔

متاخرین نے جو نعتیں کہی ہیں، وہ ان کے اسی جذبۂ محبت وعقیدت کی ترجمان ہیں، ان کے اسلوب ہیں اور قرن اول کے مداحینِ نبوت کے اسلوب میں بہت فرق ہے، مقصد وہاں کفار ومشرکین کی زبان بندی تھا، اور شعر کی قوت ومقبولیت سے دین کی نصرت کا کام لینا اور ان آخری صدیوں میں ان کا مقصد صرف اپنے جذبۂ عقیدت کی تسکین تھا، اس نئے دورِ نعت کی ابتدا ہم سرخیل مداحین رسول شیخ ابوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے کرتے ہیں۔

قصیدۂ بردہ

علامہ بوصیری جن کا پورا نام محمد بن سعید ہے، ساتویں صدی ہجری کے ایک مصری شاعر اور طریقۂ شاذلیہ کے صاحبِ نسبت واجازت صوفی بزرگ تھے، مصر کے علاقہ بنی سویف میں ابوصیر ان کا دادیہال اور دلاص ننھیال تھا، ابوصیری اسی گاؤں کی طرف نسبت ہے، جو مخفف ہو کر ابوصیری سے بوصیری رہ گیا۔

ان کی ولادت دلاص میں ۶۰۸ھ اور وفات اسکندریہ میں ۶۹۷ھ میں ہوئی، نعتِ نبوی ان کی شاعری کا موضوع تھا، "قصیدۂ بردہ" کے علاوہ بھی ان کی متعدد نعتیں ہیں، خاص طور سے ان کا "قصیدۂ ہمزیہ" بہت مقبول عام قصیدہ ہے، اس کے علاوہ "قصیدہ بانت سعاد" کی زمین میں ایک طویل قصیدہ علامہ نبہانی نے نقل کیا ہے، جس کا مطلع ہے۔

الی متی انت باللذات مشغولُ　　　وانت عن کل ما قدمت مسئولُ

"یعنی تم کب تک لذت اندوزی میں مشغول رہو گے، حالانکہ جو کچھ اس دنیا میں کرو گے اس کے تنہا ذمہ دار تم ہی ہو گے"۔

ان کے اشعار کا مجموعہ مطبوعہ اور قلمی دونوں موجود ہے، پورا دیوان نعتیہ کلام پر مشتمل ہے، ہر قصیدہ روایتی تشبیب سے شروع ہوتا ہے، اور ہر حرف تہجی میں ان کا قصیدہ نعتیہ موجود ہے

صاحب "فوات الوفیات" نے ان کا ایک اور قصیدہ نقل کیا ہے، جس میں علامہ بوصیری نے "شکوہ" بہ بارگاہ رب العالمین پیش کیا ہے، مصر کی اجتماعی حالت پر اس قصیدہ سے روشنی پڑتی ہے، علمار کی بے حسی، حکام کی خدا سے بے خوفی اور جرائت، اہل کاروں کی رشوت خوری، محرمات کا عام ہونا، فرائض کی ادائگی سے جان چرانا، اس قصیدہ کے مضامین ہیں، جو بہت لطیف انداز میں طنز کے پیرایہ میں نظم کئے گئے ہیں، اور آخر میں اللہ سے فریاد کی ہے کہ وہی اصلاح فرمائے اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

نقدت طوائف المستخدمینا　　　فلم أر فیھم حرًّا أمینا

لیکن ان کی شہرت و مقبولیت کا سبب "قصیدہ بردہ" ہے، جس کے متعلق یہ روایت ہے کہ ان کے جسم کے نصف حصہ پر فالج گر گیا تھا، اس حال میں انھوں نے یہ قصیدہ لکھا تھا، خواب میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، اور آپؐ نے ان پر اپنی چادر ڈالدی اور دست مبارک ان کے رخسار اور سر پر پھیرا، جب بیدار ہوئے تو اپنے فالج شدہ حصہ جسم میں نشاط محسوس کیا اور فالج کا اثر ختم ہو گیا، صبح کو کہیں جا رہے تھے کہ کوئی فقیر ملا اس نے کہا کہ بوصیری! وہ قصیدہ لاؤ جو تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت میں کہا ہے، بوصیری نے اس قصیدہ کا حال کسی کو نہیں بتایا تھا، مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ پر یقین تھا، اس لئے انھوں نے اس فقیر سے یہ بات سن کر تعجب کا اظہار نہیں کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا، مگر خود اس فقیر نے کہا کہ میں نے رات دیکھا کہ تم آنحضرت کی مجلس شریف میں اپنا قصیدہ سنا رہے ہو اور حضورؐ پر وجد کی کیفیت طاری ہے، چنانچہ

اس قصیدہ کی شہرت اس فقیر کے ذریعہ ہوئی اس قصیدہ کا عنوان علامہ بوصیری نے "الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ" رکھا تھا لیکن اپنی مقبولیت کی وجہ سے "قصیدہ بردہ" کے نام سے مشہور ہو گیا بعض لوگوں نے کعب بن زہیر کے "قصیدہ بردہ" اور اس قصیدہ کے درمیان تمیز کرنے کے لئے بوصیری کے قصیدہ کو "بردہ منامیہ" بھی کہا ہے کیونکہ بوصیریؒ کو عالم رویا میں بردہ مرحمت فرمایا گیا تھا، عوام میں مشہور ہے کہ شیخ بوصیریؒ جب خواب سے بیدار ہوئے تو انھوں نے بردہ مبارکہ موجود پایا جو خواب میں ان کو مرحمت فرمایا گیا تھا لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے اور نہ کسی معتبر تاریخ میں کہی گئی ہے لیکن جو بات صحیح ہے وہ یہ کہ یہ قصیدہ جس درجہ مقبول ہوا اس درجہ قصیدہ "بانت سعاد" کو بھی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی، لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی نئی شرح لکھتا رہتا ہے سیکڑوں (بلا مبالغہ) قصیدے اس زمین پر کہے جا چکے ہیں، پچاسوں تضمینیں اور مشطر، مخمس، مسدس، مسبع، اور معشر کہے گئے۔

اس قصیدہ کے عرب شارحین کی فہرست میں حسب ذیل نمایاں نام ہیں:۔

۱۔ ابن الصائغ م ۷۷۶ھ

۲۔ علی بن محمد قلصادی م ۸۹۱ھ

۳۔ شہاب الدین ابن العماد م ۸۰۸ھ

۴۔ علاء الدین بسطامی م ۸۷۵ھ

۵۔ یوسف بن ابی اللطف القدسی م ۱۰۰۰ھ

۶۔ یوسف البسطامی۔ نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں، سن وفات مذکور نہیں ہے۔

۷۔ ملا علی قاری م ۱۰۱۴ھ

۸۔ شیخ زادہ محی الدین۔ تاریخ وفات لا معلوم لیکن ان کی شرح کے قدیم نسخہ پر تاریخ تصنیف ۹۴۹ھ مذکور ہے۔

۹۔ جلال الدین المحلی م ۸۶۴ھ (تفسیر جلالین کے ایک حصہ کے مصنف)

۱۰۔ محمد بن احمد المرزوقی م ۱۸۳۴ھ (شارح حماسہ)

۱۱۔ عبد الحق بن عبد الفتاح (بارہویں صدی ہجری)

۱۲۔ محمد المصری (گیارہویں صدی ہجری)

۱۳۔ زکریا الانصاری م ۹۳۶ھ

۱۴۔ عمر الخربوتی (تیرہویں صدی ہجری)

۱۵۔ علامہ قسطلانی (شارح بخاری) م ۹۲۳ھ

۱۶۔ محمد بن مصطفیٰ الموزنی (تیرہویں صدی ہجری)

۱۷۔ محمد عثمان المرعشی (تیرہویں صدی ہجری)

۱۸۔ شیخ حسن العدوی الحمزاوی ۱۳۰۳ھ

۱۹۔ الباجوری ۱۲۷۶ھ

اس کے علاوہ دار الکتب المصریہ میں متعدد شرحیں ہیں، جن کے مصنفین کا نام درج نہیں ہے اس کی تضمین کرنے والوں میں سے ایک شیخ قاسم ہیں (جن کا ترجمۂ حیات معلوم نہیں)

تضمین کا مطلب عربی میں یہ ہے کہ ہر مصرعہ کے جز اول یا آخری جز کو تبدیل کر دیا جائے:۔

امن تذکر او طانٍ حلی علم ۔۔۔۔۔ ام من تفقد جیران بذی سلم

مزجت دمعا جری کالقطر منھمرا　　　یجری علی وجنۃ من مقلۃ بدم

اس کی تشطیر (ہر مصرع پر ایک گرہ لگانا) کرنے والوں میں ایک احمد بن شرقاوی[1] م ۱۳۵۷ھ ہیں، فرماتے ہیں ؎

امن تذکر جیران بذی سلم　　　تصبب الدمع یجری حالی الدیم

امن تفتت قلب فی الحشا شغفا　　　مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

اور احمد بن عبد الوہاب الجرجاوی م ۱۲۵۴ھ نے بھی گرہ لگائی ہے۔

امن تذکر جیران بذی سلم　　　أصبحت داخلا بالوجد مصطلم

احمد بن عثمان العوامی کی گرہوں کے دو شعر یہ ہیں:۔

امن تذکر جیران بذی سلم　　　جزمت انک مقصور علی الالم

وعند ما جت الذکری ولوعتھا　　　مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

رمضان حلاوہ مصری م ۱۳۰۱ھ کہتے ہیں:۔

امن تذکر جیران بذی سلم　　　لبست ثوبا من الاشواق والالم

امن عیون ظباء بالعقیق بدت　　　مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

ان کے علاوہ ابو الہدی الصیادی[2]، احمد الحفظی، عبد الرحیم الجرجاوی، محمد فرغلی الطہطاوی کی تضمینوں کے نمونے بھی ڈاکٹر زکی مبارک نے اپنے مجموعہ میں نقل کئے ہیں۔

مصر کے شاہی دور کے ایک وزیر عبد العزیز بک محمد کی تضمین کا مطلع ہے:۔

امن تذکر جیران بذی سلم　　　فاضت شئونک ملتاعا لبینھم

---

[1] مصر کے بہت بڑے صوفی بزرگ تھے، قادری نسبت بھی رکھتے تھے ان کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

[2] سلطان عبد الحمید خاں کے شیخ و مرشد، حلب کے رہنے والے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ام من فوادِک مکلوما تو حشتہم ۔۔۔ مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

جن لوگوں نے اس قصیدہ کی تخمیس کی ہے اور جو دار الکتب المصریہ میں محفوظ ہیں' وہ

بقول زکی مبارک ۶۹ ہیں۔

اس کی تسبیع کرنے والوں میں شہاب الدین احمد بن عبد اللہ المکی اور محمد المصری ہیں

احمد بن عبد اللہ مکی کے تسبیع میں یہ اہتمام ہے کہ ہر بند کا پہلا لفظ اللہ ہے' اور محمد المصری کے

ہر بند کا پہلا لفظ محمد ہے' مثلاً احمد بن عبد اللہ مکی فرماتے ہیں :-

اللہ یعلم کم بالقلب من الم ۔۔۔ ومن غرام باحشائی ومن سقم

علی فراق فریق حل فی الحرم ۔۔۔ فقلت لما ھمی دمعی بمنسجم

علی العقیق عقیقا غیر منسجم ۔۔۔ امن تذکر جیران بذی سلم

مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

محمد مصری کی تسبیع جس کے ہر مطلع کی ابتدا محمد سے ہوتی ہے' اس کا پہلا شعر یہ ہے :

محمد جاء بالآیات والحکم ۔۔۔ مبشرا ونذیرا لجملۃ الامم

تعشیر کرنے والے زیادہ نہیں ہیں، دار الکتب المصریہ میں ایک قلمی تعشیر ہے جس کے

مصنف کا نام پتہ معلوم نہیں (زکی مبارک)

مصر کے مشہور شاعر احمد شوقی نے بھی اس کا معارضہ کیا ہے جس کا نام "نہج البردہ"

رکھا ہے' اس کا مطلع ہے :-

ریم علی القاع بین البان والعلم ۔۔۔ أحل سفک دمی فی الأشھر الحرم

معاصرین میں شیخ احمد الحملاوی مرحوم ازہر کے ایک مدرس تھے' انھوں نے "منہاج البردہ"

کے عنوان سے معارضہ کیا ہے جس کا مطلع یہ ہے :-

یا غافر الذنب من جودٍ و من کرم	و قابل التوب من جانٍ و مجترم
و صبل الستر احسانًا و مرحمةً	علی العفاة، بفیض افضل الکرم
اقبل مقالی و اغفر ما جنتہ یدی	و استر عیوبی و باعد لی عن التہم

کچھ لوگوں نے قافیے بدل کر اسی زمین پر اس مضمون کو دوسرے الفاظ میں نظم کیا ہے جن میں ابن جابر الاندلسی اور ابو جعفر احمد بن یوسف الغرناطی کے نام مشہور ہیں، پھر ان کے قصیدوں کی شرح کرنے والوں اور ان کی تخمیس و تسدیس کرنے والوں کے ناموں کی فہرست طویل ہے راقم الحروف کے پاس باجوری کی شرح ہے جس میں ہر شعر کے فوائد مذکور ہیں، مثلاً اس قصیدہ کے پہلے تین شعر کو کاغذ پر لکھ کر سرہانے رکھا جائے تو بخار دور ہو جائے گا، اور فلاں شعر کے ورد سے روزی بڑھے گی، اور فلاں شعر کو لکھ کر گھول کر پی لیا جائے تو اس سے بیماریاں دور ہونگی گویا اس قصیدہ کا ہر شعر تعویذ کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی کے علاوہ اس قصیدہ کے ترجمے مختلف زبانوں میں ہوئے ہیں، زکی مبارک نے بعض فرنچ، جرمن ترجموں کا حوالہ دیا ہے۔



قصیدۂ بردہ کا فنی تجزیہ

اس قصیدہ کے ایک سو بیاسی[۱۸۲] شعر ہیں، علامہ البوصیری نے غالباً اپنی نعت کے لئے مشہور صوفی شاعر ابن الفارض کی زمین پسند کی ہے، جن کے قصیدہ (الہیات) کا مطلع یہ ہے۔

۱۔ ھل نار لیلی بدت لیلاً بذی سلم   ام بارق لاح فی الزوراء والعلم

۲۔ ارواح نعمان ھلا نسمة سحراً   وماء وجرة ھلا نھلة بفم

۱۔ کیا لیلیٰ (کے گھر جلائی جانے والی) آگ رات کو ذوسلم میں ظاہر ہوئی یا کوئی بجلی ہے، جو زوراء اور علم میں چمکی۔

۲۔ کیا نعمان (نامی پھول) کی لپٹیں نسیم سحر بن کر پھیل گئیں یا وجرہ کا پانی آب حیات بن کر لبوں تک آگیا؟

بوصیریؒ کی نعت کا مطلع ہے۔

۱۔ أمن تذکر جیرانٍ بذی سلم   مزجت دمعاً جری من مقلةٍ بدم

۲۔ ام ھبت الریح من تلقاء کاظمة   واومض البرق فی الظلماء من اضم

۱۔ تیری آنکھوں سے بہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں! کیا ذی سلم کے پڑوسی یاد آرہے ہیں؟

۲۔ یا کاظمہ سے کوئی ہوا چلی ہے، یا تاریکی میں اضم کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھ لی ہے۔

ان دونوں مطلعوں میں ذو سلم کی وادی کا اشارہ، "ہبوب الریح" (کسی خاص جہت کی ہوا کا چلنا) اور "ایماض البرق" (بجلی کا چمکنا) لفظی لحاظ سے مشترک ہے۔

ابن الفارض کا شعر ہے:-

یالائمًا لامنی فی حبہم سفہًا   کف الملام فلو احببت لم تلم

ان کی محبت میں مجھ پر ملامت کرنے والے نادان! اپنی ملامت بند کر اگر تجھے بھی محبت سے واسطہ پڑتا تو ملامت نہ کرتا۔

ابو صیریؒ نے اپنی نعت میں کہا۔

یالائمی فی الھوی العذری معذرۃً   منی الیک، ولو انصفت لم تلم

اے پاک محبت پر مجھے ملامت کرنے والے، میری معذرت قبول کر اگر تو انصاف کرتا تو ملامت نہ کرتا۔

ابن الفارض کا شعر ہے۔

طوعًا لقاضٍ أتی فی حکمہٖ عجبًا   افتی بسفک دمی فی الحل والحرم

أصم لم یسمع الشکوی وأبکم لم   یحر جوابًا وعن حال المشوق عمی

۱۔ اس قاضی کا فیصلہ سر آنکھوں پر جس نے عجیب فیصلہ دیا ہے، میرے خون کے بہانے کا حکم دیدیا حل اور حرم میں۔

۲۔ بہرا ہے شکایت نہیں سنتا، گونگا ہے جواب نہیں دے سکتا، مشتاق کے حالِ زار کو دیکھ نہیں سکتا۔

بوصیریؒ نے اسی مفہوم کو اس طرح ادا کیا ہے:۔

۱۔ عدتك حالی لاسری بمستتر عن الوشاة ولا دائی بمنسحم

۲۔ محضتنی النصح لکن لست أسمعه ان المحب عن العذال فی صمم

۱۔ (گزشتہ شعر سے اس شعر کے معنی مربوط ہیں) اے ملاقات کرنے والے تجھ پر میرا حال ظاہر ہے اور چغل خوروں سے میرا کوئی راز بھی چھپا ہوا نہیں ہے، اور نہ میری بیماری ایسی ہے کہ ختم ہو جائے۔

۲۔ بلا شبہ تو نے بہت اخلاص کے ساتھ محض ہمدردی میں میری خیر خواہی کی کہ مجھے ترک محبت کی نصیحت کی لیکن تجھے معلوم ہے کہ عاشق ناصحوں کی طرف سے بہرا ہو جاتا ہے۔

علامہ بوصیریؒ نے ابن الفارض کے قصیدہ سے زمین اور چند اشارے اور استعارے ضرور لئے ہیں، لیکن آگے چل کر وہ اپنی ڈگر پر چلنے لگے ہیں، ابن الفارضؒ صوفی شاعر تھے، اور ان کا کلام حب الٰہی اور تصوف کے نازک مضامین پر مشتمل ہے، بوصیریؒ کا موضوع ذات نبوی اور حب نبوی ہے، ان دونوں مضامین میں جو قربت ہے، وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔

اس قصیدہ کے مضامین کی ترتیب یہ ہے۔

۱۔ تشبیب (جس کے بارے میں پہلے بھی لکھا جا چکا ہے، مزید نمونہ کے کلام کے سلسلہ میں عرض کیا جائے گا۔)

۲۔ نفس کی فریب کاریوں سے آگاہی۔

۳۔ گریز، مدح رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ ولادت نبوی اور معجزات کا ذکر

۵۔ قرآن کریم، اسراء و معراج اور جہاد کا ذکر۔

۶۔ توسل اور مناجات۔

اس قصیدہ کی اردو میں متعدد شرحیں اور ترجمے موجود ہیں اس لئے نمونے کے طور پر صرف ابتدائی ۳۳ شعروں کا ترجمہ پیش خدمت ہے، جو اس قصیدہ کے اسلوب کا اندازہ کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

۱۔ أمن تذکر جیران بذی سلم مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

۲۔ ام ھبت الریح من تلقاء کاظمۃ واومض البرق فی الظلماء من اضم

شاعر اپنی ذات کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:۔

۱۔ تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں؟ کیا ذی سلم[1] کے پڑوسی یاد آرہے ہیں

۲۔ یا کاظمہ[2] کی جانب سے کوئی ہوا چلی ہے، یا تاریکی میں اضم[3] کی پہاڑی سے کوئی بجلی چمکتی دیکھ لی ہے۔

امام بوصیریؒ نے اس قصیدہ کی ابتدا قدیم عربی شاعری کے روایتی انداز سے کی ہے مگر نعت کے مضمون کی نزاکت اور مقام رسالت کا جمال و جلال ان کے پیش نظر تھا، اس لئے اس مضمون کو طول نہیں دیا، صرف مطلع کے ان دو شعروں میں اس قدیم اسلوب کی پیروی کی ہے، اور وہ بھی اس طرح کہ کسی خیالی محبوب اور اس کے کاکل و عارض کا ذکر نہیں کیا، جیسا کہ جاہل شعرا کا دستور تھا، یا جیسا کہ آپ قصیدہ "بانت سعاد" میں دیکھتے ہیں، بلکہ سرزمین حجاز

---

[1] بصرہ سے مکہ آنے والے راستہ سے میں ملنے والی ایک وادی ہے، ملاحظہ ہو "جزیرۃ العرب" از مولانا محمد رابع الحسنی حصہ اول طبع لکھنؤ ۱۹۶۲ء صہ ۲۲۸۔

[2] بحرین اور بصرہ کا ایک ساحلی راستہ جس کے اطراف کی وادیاں خوشگوار موسم، شیریں پانی اور خوبصورت مناظر کی وجہ سے مشہور ہیں، معجم البلدان ج ۲ صہ ۴۳۱ طبع بیروت ۱۹۵۷ء۔

[3] بصرہ اور قطیت کے درمیان کے ایک سلسلۂ کوہ، جغرافیہ جزیرۃ العرب عمر کحالہ طبع قاہرہ صہ ۲۳۶۔

کے سمت میں واقع چند مقامات کو یاد کیا جہاں سے کسی زمانے میں حج وزیارت کے لئے جانے والے کارواں گزرا کرتے تھے۔

بعض لوگوں کے خیال میں "تشبیب" کے لفظی معنی ہیں "آنچ تیز کرنا" نہ کہ ایام شباب کا یاد کرنا، مادہ کے لحاظ سے دونوں مفہوم کی گنجائش ہے) قدیم شعراء کا اس سے مطلب یہ تھا کہ اصل مضمون کو بیان کرنے کے لئے محبوب کو یاد دلانے والے اور اس سے نسبت رکھنے والے مقامات کا ذکر کریں تاکہ "آتشِ شوق" تیز ہو، اور جس وقت اصل مضمون پر آئیں اس وقت بیان کرنے والے کا جوش اور سننے والوں کا اشتیاق نقطۂ کمال پر پہونچ چکا ہو، تشبیب کا یہ مضمون عام طور سے قصیدہ کے ایک تہائی یا نصف پر حاوی ہوتا ہے، امام بوصیریؒ نے ان دو شعروں سے وہ مقصد حاصل کر لیا، جس کے لئے تشبیب کے مضمون کو طول دیا جاتا تھا، عاشق کی والہانہ کیفیت کا اظہار مطلع کے پہلے ہی لفظ سے ہونے لگتا ہے، جب کہ وہ اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ یہ آنسو جن میں خونِ جگر کی آمیزش ہے، کیوں بہنے لگے، آخر تیرے زخم کو کس نے چھیڑا، کیا دیکھ لیا؟ کیا سن لیا۔ کیا دیارِ محبوب کے سمت کسی پہاڑی پر بجلی چمکی یا اس رخ کی کوئی ہوا چلی یا اس قرب وجوار کے باشندے یاد آگئے؟

سوزِ دروں کے اظہار کا یہ شاعرانہ اسلوب بہت ہی دل نشیں اور لطیف ہے کہ محبوب یا دیارِ محبوب کا نام بھی زبان پر نہ آئے، صرف انداز بیان سے عشق و وارفتگی کی روح جھلکنے لگے، شاعر یہاں عشق کی ایک خاص کیفیت بیان کر رہا ہے، جبکہ عاشق کو ہر شئی میں محبوب کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے، ہر بات میں اس کی بات یاد آنے لگتی ہے، اس کے زخم کو کریدنے کے لئے ایک اشارہ چاہیئے، اس کے رونے کے لئے ایک بہانہ درکار ہے۔

اردو میں کلیم کا یہ شعر بھی اسی کیفیت کا ترجمان ہے ؎

لگتی ہے اب تو قلقلِ مینا سے دل پہ ٹھیس

وہ دن گئے کلیم کہ یہ شیشہ سنگ تھا

ایک دوسرے شاعر نے اس مضمون کو اس طرح باندھا ہے:۔

محبت میں اک ایسا وقت بھی آتا ہے انساں پر

ستاروں کی چمک سے چوٹ لگتی ہے رگِ جاں پر

امام بوصیریؒ اسی مضمون کو اپنے پیرایہ میں بیان کرنے کے بعد ذرا اور گہرے جاتے ہیں:۔

۳۔ فما لعینیک ان قلت اکففا همتا وما لقلبک؟ ان قلت استفق یهم

آخر تیری آنکھوں کو کیا روگ لگ گیا ہے' ان سے کہو رک جائیں' آنسو نہ بہائیں تو الٹے انکی جھڑی لگ جاتی ہے اور یہ تیرے دل کو کیا ہو گیا ہے' اس سے کہو کہ سنبھل جا تو یہ اور بھٹکنے لگتا ہے دل کا سنبھلنا یا اس کا قرار میں آجانا عشق کی موت ہے اس سے ہر عاشق پناہ مانگتا ہے ایک حماسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

فیا حبها زدنی جویً کل لیلة ویا سلوة الایام موعدك الحشرُ

اے عشقِ محبوب! تیری سوزش ہر رات تیز ہوتی رہے' اور اے زندگی کے سکوں بخش لمحات! تجھ سے ملنا اب قیامت ہی کے دن ہو۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک مناجات میں فرماتے ہیں ؎

دردِ دل سینے میں رہ رہ کے ٹھہر جاتا ہے

جو نہ ٹھہرے مجھے وہ درد خدایا دیدے

امام بصیریؒ نے اپنے اس شعر میں اسی کیفیت کو دوسرے پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ عشقِ محبوب میں نہ ان کی آنکھوں کو آنسو روکنے کا یارا ہے نہ دل کو قرار ہے۔

۴۔ أیحسب الصب ان الحب منکتم ــــ مابین منسجم منہ ومضطرم

کیا عاشق کا یہ خیال ہے کہ اس کی برستی آنکھ اور دھڑکتے دل سے آشکارا ہونے والی محبت پوشیدہ رہ سکتی ہے؟

۵۔ لولا الھویٰ لم ترق دمعاً علیٰ طلل ــــ ولا أرقت لذکر البان والعلم

اگر محبت نہ ہوتی تو تم کسی ٹیلے کو دیکھ کر آنسو نہ بہاتے، اور یہ سرو کے درخت اور کسی منزل کے نشان کا ذکر تمہاری نیند نہ اچاٹ کرتے۔

یہ بھی عربی شاعری کا روایتی انداز ہے کہ شاعر ان مقامات سے جب گزرتا ہے یا وہ مقامات جب اس کے ذہن میں آتے ہیں، جن کو محبوب سے کسی طرح کی نسبت رہی ہو، یا وہ وہاں سے گزرا ہو تو اس کا زخم ہرا ہونے لگتا ہے، یہ کیفیت اس وقت بھی ہوتی ہے جب محبوب کو یاد دلانے والی کوئی چیز سامنے آجائے، مثلاً چاندنی دیکھی تو اس کو اپنے محبوب کی صباحت یاد آگئی، خوشبو سونگھی تو اس کے دل کی دنیا مہک اٹھی کہ یہ خوشبو تو اس کے محبوب کی خوشبو سے مشابہ ہے، اس شعر میں "بان" اور "علم" کے دو لفظ آئے ہیں، "بان" سرو کے مانند طویل درخت ہے، اور "علم" اونچی پہاڑی کو بھی کہتے ہیں، اور نشان منزل کو بھی۔

لیکن ان دونوں شعروں میں ایک نفسیاتی کشمکش کا اظہار مقصود ہے، یہ کشمکش ان مخلصین کو پیش آتی ہے، جو اپنے عشق میں سچے ہوتے ہیں، مگر عشق کا دعویٰ تو کجا ان کو ہمیشہ اپنے مخلص ہونے میں شک رہتا ہے، ایسا عاشق اپنے دل کو بار بار ٹٹولتا ہے کہ کیا واقعی وہ اس ذات سے محبت رکھتا ہے، جس کا وہ مدعی ہے؟ کہیں یہ فریب نفس تو نہیں ہے؟ مگر اس کا یقین اس کو کون دلائے..... اس لئے خود ہی اپنے دل کو تسلی بھی دیتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ وہ یقیناً محبت کی دولت رکھتا ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ آنسو نہ بہتے اور دیارِ محبوب کے ان نشانات کو دیکھ کر اس کا دل بیتاب

نہ ہو جانا، یہ نیند کا اچاٹ ہونا، یہ چہرے کی زردی، محبوب سے دور کی بھی نسبت رکھنے والی چیز کی طرف وارفتگی میں بڑھنا اور ان پر سو سو جان سے قربان ہونا بے سبب تو نہیں ہے!

لہٰذا وہ اپنے آپ کو یقین دلاتا ہے کہ اس کا عشق واقعی عشق اور اس کے اندر محبت کی بے تابی ہے، کیونکہ محبت کی علامتیں اس کے اندر موجود ہیں، اس کے بعد جو شعر ہے اس میں بھی شاعر اسی مضمون پر زور دے رہا ہے۔

۶۔ فکیف تنکر حبا بعد ما شہدت علیک عدول الدمع والسقم

تو کس طرح اس محبت کا انکار کرے گا جبکہ تیرے شک و شبہ کے خلاف دو گواہ عادل موجود ہیں، آنسو اور اندر اندر گھلنے کا روگ!

۷۔ واثبت الوجد خطی عبرۃ وضنی مثل البہار علی خدیک والعنم

محبت نے تمہارے رخسار پر دو لکیریں ثبت کر دی ہیں، ایک تو آنسو کی لکیر ہے جو عَنَم کے پھول کی طرح سرخی مائل ہے، دوسری لکیر اندرونی روگ سے جو بہار کے پھول کی طرح زرد ہے۔

اس شعر میں "بہار" کا لفظ آیا ہے، وہ فارسی کا موسم بہار نہیں ہے بلکہ ایک پھول کا نام ہے جو ہار سنگھار سے ملتا جلتا ہوتا ہے، اور اس کی رنگت زرد ہوتی ہے بے خوابی نقاہت اور رنج و غم کے ہجوم میں چہرہ کا زرد پڑ جانا عام بات ہے۔

حضرت بوصیری اس شعر میں بھی اسی مفہوم پر زور دے رہے ہیں کہ ان کے اپنے اخلاص و صدق محبت میں شک نہیں کرنا چاہیے، حب نبوی کی دولت کو فریب نفس نہیں سمجھنا چاہیے، اور اپنے آپ کو یقین دلانے کے لئے اپنی آہ و زاری، اشک ریزی اور جسم کے گھلنے کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

۸۔ نعم سری طیف من أھوی فأرقنی والحب یعترض اللذات بالالم

پر سچ ہے! محبوب ہمیں خواب میں نظر آیا اور اس خواب نے میری نیند اچاٹ کر دی، کیوں کہ محبت لذتوں میں رخنہ ڈالا ہی کرتی ہے۔

نیند کا اچاٹ ہو جانا، ایک حاصل شدہ لذت کا ضائع ہو جانا ہے، اسی کو رنج یا الم بھی کہا جاتا ہے کہ کوئی نعمت چھین لی جائے، نیند کی راحت چھین لی گئی تو اس کو شاعر "الم" کا رخنہ قرار دے رہا ہے، لیکن شکوہ کے طور پر نہیں بلکہ تشکر کے انداز میں، اس اعتراف کے ساتھ کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، وہ محبت ہی کیا جو کسی لذت کو نہ چھینے۔

۹۔ یا لائمی فی الھوی العذری معذرۃ منی الیک، ولو انصفت لم تلم

اے میرے ملامت کرنے والے ایک پاک محبت پر، میری تجھ سے معذرت ہے، حالانکہ اگر تو انصاف کرتا تو کبھی ملامت نہ کرتا۔

"پاک محبت" جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے وہ "الحب العذری" ہے، اس ترکیب کا ایک خاص پس منظر ہے، "بنو عذرہ" نامی یمن میں ایک قبیلہ تھا جس میں عربی کے متعدد شعرا پیدا ہوئے[1] جن کا مشترک وصف یہ تھا کہ ان کے اشعار میں سوز و گداز بہت ہوتا تھا، وہ محبوب کے جسمانی قرب اور وصال کے متمنی نہیں ہوتے تھے، یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ "بنو عذرہ" کے قبیلہ میں جو عاشق ہوا وہ اپنے محبوب پر پروانہ وار فدا ہو گیا، اور کبھی ہوسناکی کے قریب نہیں گیا، انہی شعرا کی نسبت سے ایسی محبت کو "حبِ عُذری" کہا جانے لگا، مترجم کا خیال ہے کہ اردو میں "پاک محبت" سے وہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے، جو شاعر کا مقصود ہے۔ عام طور پر افسانہ نویس اس طرح کی محبت کو "افلاطونی محبت" لکھتے ہیں۔

ایک مزید بات قابل تشریح یہ ہے کہ جس طرح اردو کی روایتی شاعری میں "رقیب" "واعظ" اور "ناصح" کے نام سے متعدد کردار سامنے آتے ہیں، اسی طرح عربی میں "محبت کے جرم" پر ملامت

---

[1] مثال کے طور پر جمیل بن معمر، کثیر عزہ وغیرہ۔

کرنے والے' اور محبوب سے عاشق کی چغلی کرنے والے' عشقیہ شاعری کے دو کردار ہیں' عربی میں رقیب کا کردار نہیں ہوتا، ہاں "واعظ" اور "ناصح" کا کردار موجود ہے "لائم" ملامت کرنے والے کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، چونکہ اس قصیدہ کی "تشبیب" کے یہ اشعار ہیں' اس لئے ان رومانی کرداروں کو بھی شاعر نے باندھا ہے' لیکن چند اشعار کے بعد آپ ملاحظہ کریں گے کہ ان کرداروں سے شاعر نے کتنا پاکیزہ کام لیا ہے' اور بات کا رخ کس طرح مادیت سے روحانیت کی طرف پھیر دیا ہے۔

١٠۔ عدتك حالي لا سري بمستتر　　　عن الوشاة ولا دائي بمنحسم

(گزشتہ شعر سے ہر شعر کے معنی مربوط ہیں' یعنی اے ملامت کرنے والے) تم پر میرا حال عیاں ہے' اور چغل خوروں سے میرا کوئی راز بھی چھپا ہوا نہیں ہے' اور نہ میری بیماری ایسی ہے کہ ختم ہو جائے۔

اس شعر کے مصرعہ اول کے پہلے جملہ "عدتك حالي" کو نحوی ترکیبوں کے الٹ پھیر سے عرب شارحین نے متعدد احتمالی معانی پہنائے ہیں، کسی نے کہا یہ دعائیہ جملہ ہے کہ خدا تم کو اس روگ میں گرفتار نہ کرے، کسی نے کہا یہ بددعا ہے کہ کاش تم کو بھی یہی روگ لگے تو جانو کہ مجھ پر کیا گزرتی ہے' لیکن اکثر شارحین نے اس کو جملہ خبریہ بتایا ہے جیسا کہ یہاں ترجمہ کیا گیا۔

١١۔ محضتني النصح لكن لست أسمعه　　　ان المحب عن العذال في صمم

(مسلسل) اے ملامت کرنے والے' بلاشبہ تو نے بہت اخلاص کے ساتھ محض ہمدردی میں میری خیر خواہی کی کہ مجھے ترک محبت کی نصیحت کی' لیکن تجھے معلوم ہے کہ عاشق ناصحوں کی طرف سے بہرا ہو جاتا ہے۔

١٢۔ اني اتهمت نصيح الشيب في عذل　　　والشيب أبعد في نصح عن التهم

میں نے پیری (بڑھاپے) کی نصیحت کو بھی ملامت کے باب میں ملزم قرار دیا، حالانکہ پیری

کی نصیحت کو کسی طرح دور کا بھی الزام نہیں دیا جاسکتا۔

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ عشق و محبت کا تعلق جوانی سے ہے، جب بڑھاپا آگیا تو انسان کا ضمیر خود اس کو ملامت کرنے لگتا ہے، بڑھاپا اس کے احساس کو چونکاتا ہے کہ اب تو تو شرم کر، مرنے کا وقت قریب آیا، گویا بڑھاپا بذات خود ایک طرح کا ناصح ہے اور اس کی ملامت کو دور کا بھی حسد سے واسطہ نہیں ہوتا، دوسرے ملامت کرنے والوں کو تو کہا جاسکتا ہے کہ انھیں عاشق سے حسد ہوگا، یا اس کا اپنا کوئی مطلب ہوگا مگر بڑھاپے کو نصیحت و ملامت کے باب میں ملزم نہیں قرار دیا جاسکتا، شاعر کہتا ہے کہ میں نے ایسے معصوم اور ہر شبہ سے بالاتر ناصح یعنی پیری کی نصیحت نہیں سنی تو تم لوگ اے نصیحت کرنے والو! کس شمار و قطار میں ہو؟

اب دیکھیے کہ یہاں سے شاعر حضرت بوصیری اس تشبیب کے مضمون کو بھی کس خوبصورتی سے مادیت سے روحانیت کی طرف منتقل کر رہے ہیں کہ پڑھنے والے کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں سے کہاں پہونچ گیا، اصطلاح میں "گریز" اس کو کہتے ہیں کہ جہاں تشبیب یا غیر متعلق یا تمہیدی مضمون ختم کرنے کے بعد شاعر اپنے اصل مدعا کو بیان کرنے لگتا ہے، جیسے محسن کاکوروی کے قصیدہ۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

کی تشبیب جہاں ختم ہوتی ہے وہاں گریز کا یہ شعر آتا ہے۔

روئے معنی نے بہلنے میں بھی اعلیٰ کی طرف
تاکتا ہے وہ ثریا کی سنہری بوتل

لیکن حضرت بوصیری کا کمال یہ ہے کہ ان کے قصیدے میں تشبیب ہی کے اندر ایک "پاکیزہ گریز"

موجود ہے، وہ گریز جہاں سے وہ نعت شروع کریں گے، وہ تو بعد میں آئے گا، سردست یہ "گریز" ایک مستقل وعظ ہے، جو مدح نبوی کے لئے قاری کے احساس اور اس کے افکار کو تیار کر رہا ہے، نعت نبوی ہے بھی چیز ایسی کہ اس کے لئے فکر کو پہلے سے طاہر کر لیا جائے، نفس کو جھنجھوڑ کر بیدار کیا جائے، "آنکھوں کو آبِ جگر سے غسل صحت دیا جائے"[1]

براہ راست نعت کے اشعار سے پہلے ذیل کے تمام اشعار اسی قبیل کے ہیں، جس میں حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے مخاطب تو اپنے نفس کو کیا ہے، مگر وہ حکمت و موعظت کی باتیں فرما گئے ہیں، جو ہر ایک کے لئے بہت ہی مؤثر وعظ ہے۔

۱۳۔ فان امّارتی بالسوء ما اتعظت   من جہلہا بنذیر الشیب والہرم

کیونکہ میرا "نفس امارہ" (برائیوں پر اکسانے والا دل) بڑھاپے اور پیری کی دھمکیوں کے باوجود اپنی نادانیوں سے باز نہیں آیا۔

۱۴۔ ولا أعدت من الفعل الجمیل قری   ضیفٍ ألمّ برأسی غیر محتشم

اور میرے اس نفس نے اعمال صالحہ سے اس مہمان کی تواضع کا پہلے سے انتظام نہیں کر رکھا جو سر کے بالوں پر ناخواندہ آگیا ہے، مطلب یہ ہے کہ بالوں کی سفیدی جو پیری کی علامت ہے اور پیری جو منتہا کی پیامی ہے، دل کو خواہ جس قدر بھی بری لگے، مگر وہ اب ایک مہمان کی حیثیت سے آچکی ہے، سر پر چمک رہی ہے، اس مہمان کی مہمانداری اور تواضع اعمال صالحہ سے کرنا چاہیے تھی، جس سے اپنا ذہن خالی ہے، اور گھر میں وہ اعمال صالحہ کا بوریہ نہیں ہے، جس پر اس مہمان کو بٹھاتے۔

۱۵۔ لو کنت اعلم انی ما اوقرہ   کتمت سراً بدا لی منہ بالکتم

---

[1] یہ جملہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں مدظلہ کا ہے "اپنے گھر سے بیت اللہ تک" کے مضمون میں مدینہ منورہ کی حاضری کا ذکر کرتے وقت مولانا نے آنسو بہانے کے بجائے، اس حسین کنایہ میں اس کو بیان کیا ہے۔

اگر میں جانتا کہ اس مہمان (بڑھاپے) کی تواضع اعمال صالحہ سے نہیں کر سکوں گا تو پیری کی آمد کو جو پہلے ... ایک راز تھی یعنی چند ہی بال سفید ہوئے تھے، مہندی یا خضاب سے چھپا دیتا۔

درحقیقت یہ شعر ایک طنز ہے کہ بڑھاپے کو چھپایا نہیں جا سکتا اور اگر مصنوعی طریقہ پر چھپا بھی دیا گیا تو زندگی کو موت سے قریب کرنے سے یہ حرکتیں روک نہیں سکتیں، چنانچہ اس کے بعد کے اشعار میں مزید وضاحت کرتے ہیں اور بڑی حکمت کی باتیں فرماتے ہیں۔

۱۶۔ من لی برد جماح من غوایتها　　　　کما یرد جماح الخیل باللجم

کاش کوئی نفس سرکش کو قابو میں لے آتا کہ وہ بھٹکنے نہ پائے، جیسے لگام سے گھوڑوں کی سرکشی اور چمک کو قابو میں کر لیا جاتا ہے۔

۱۷۔ فلا ترم بالمعاصی کسر شھوتها　　　　اِنّ الطعام یقوی شھوۃ النھم

معصیت کا علاج معصیت سے کرنے کی کوشش نہ کرو، کھانا لالچی کی بھوک بڑھاتا ہے، یہ تو اس شعر کا مفہوم ہے مگر عربی ترکیب کے لحاظ سے اس شعر کا ترجمہ یوں ہو گا۔

نفس کی خواہشات کو دبانے کا قصد معصیت کے ذریعہ نہ کرو، کیونکہ کھانا لالچی کی بھوک بڑھاتا ہے اس شعر میں دراصل بعض یونانی فلاسفہ کا جواب ہے، جن کا خیال تھا کہ نفس کی بھوک پوری کر دو تو وہ خود سیر ہو کر اس چیز سے متنفر ہو جائے گا جس سے اس کو روکا جا رہا ہے، علامہ بوصیری اس کی تردید کرتے ہوئے دلیل کے طور پر فرماتے ہیں:۔

۱۸۔ والنفس کالطفل ان تھملہ شب علی　　　　حب الرضاعۃ وان تفطمہ ینفطم

انسان کا نفس تو ایک شیر خوار بچہ کی طرح ہے اگر اس کو دودھ پلانا نہ چھوڑو تو بڑھاپے تک رضاعت کا طالب رہے گا، اور اگر اس کا دودھ چھڑا دو تو چھوٹ جائے گا۔

۱۹۔ فاصرف ھواھا وحاذر أن تولیہ　　　　ان الھوی ما تولّی یُصم أو یَصم

نفس کی خواہشات کو دباؤ، اور اس بات سے ڈرتے رہو کہیں اس کے ہاتھ تمہاری باگ ڈور نہ آجائے، کیونکہ خواہشات کی جب بھی حکومت ہوگی وہ یا تو ہلاک کر دے گی یا پھر رسوا کر کے چھوڑے گی۔

ان اشعار میں (ھوی) کا لفظ خواہشِ نفسانی کے معنوں میں آیا ہے، برخلاف ابتدائی اشعار کے جن میں یہی لفظ محبت یا عشق کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔

۲۰- وراعها وهي في الاعمال سائمة　　　وان هي استحلت المرعى فلاتسم

اور ذرا نفس کی دیکھ بھال اس حال میں بھی کرتے رہو جب وہ اعمال صالحہ کے انجام دینے میں منہمک ہو، اور اگر یہ دیکھو کہ اس میدان میں "چرنا" اس کو بھلا لگنے لگا ہے تو پھر اس کو اس میدان میں نہ چراؤ۔

مطلب یہ ہے کہ نفس کے فریب پر بھی نگاہ رکھو ایسا بھی ہوتا ہے کہ جدوجہد سے فرار کی خاطر یا ریا و نمود کے لئے بھی وہ بعض اچھے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اور اسی میں اس کو مزہ ملنے لگتا ہے، اور غرور نفس پیدا ہو جاتا ہے، لہذا اگر اپنے نفس کی یہ حالت دیکھو تو پھر اس کو اعمال صالحہ میں سے ایسے کام پر لگاؤ جس میں اس کا جی نہ لگتا ہو، اور مزہ نہ ملتا ہو، واضح ہے کہ حضرت بوصیری کا مقصد "اعمال" سے فرائض و واجبات نہیں ہے، کیونکہ وہ تو جی لگے یا نہ لگے، مزہ ملے یا نہ ملے ہر حال میں انجام دینا ہے، اگر کسی کا فرض نمازوں میں جی لگنے لگے اور حضوری کی لذت حاصل ہونے لگے تو محض نفس کی خلاف ورزی کی خاطر اس کو چھوڑا نہیں جا سکتا، البتہ بعض نفلی عبادتیں اور تقریب کے دوسرے کام جس کے بجائے دوسرے کام ہو سکتے ہیں، اس میں سے کوئی کام اگر ایسا ہو جس میں اللہ تعالٰی کی خوشنودی کو ثانوی درجہ حاصل ہو، اصل جذبہ لذت اندوزی کا ہو تو ایسے کام سے خواہ وہ کتنا ہی اہم اور قابل قدر کیوں نہ ہو احتراز کرنا ہی بہتر ہے، کیونکہ ـ

۲۱۔ کم حسنت لذۃ للمرء قاتلۃ   من حیث لم یدر ان السم فی الدسم

بسا اوقات کسی مہلک لذت کو نفس حسین بنا کر دکھا دیتا ہے، اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس میں ہلاکت کا سامان کہاں پوشیدہ تھا، اور یہ کہ اکثر زہر لذیذ کھانوں ہی میں ملا ہوتا ہے۔

۲۲۔ واخش الدسائس من جوع ومن شبع   فرب مخمصۃ شر من التخم

بھوکے ہونے، شکم سیر ہونے دونوں صورتوں میں نفس کی سازشوں سے ڈرتے رہو، کیونکہ کبھی فاقے کی کیفیت بدہضمی سے بھی زیادہ بری ثابت ہوتی ہے۔

۲۳۔ واستفرغ الدمع من عین قد امتلأت   من المحارم والزم حمیۃ الندم

اور اس آنکھ سے آنسو اچھی طرح بہا ڈالو جو کہ محرمات سے بھر چکی ہے، اور شرمندگی وندامت کی پرہیز پابندی سے کرتے رہو۔

یعنی آنکھ جو نامحرموں کو اور حرام اشیاء کو دیکھتے دیکھتے بھر گئی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ توبہ وندامت کے آنسو اس درجہ بہاؤ جیسے کنوئیں کا سب پانی نکال کر اس کو خالی کر دیا جاتا ہے۔ "استفراغ" کے معنی ہیں پتیلی یا کسی برتن میں، یا کنوئیں میں جو کچھ ہے، ان سب کو نکال کر صاف کر دینا اسی طرح آنکھ کو بھی علاج کی ضرورت ہے کہ آنسوؤں سے اس کو اچھی طرح دھو کر پاک کیا جائے علاج کے ساتھ احتیاطی علاج بھی ضروری ہے تاکہ آئندہ مرض کا حملہ نہ ہو، لہٰذا ندامت کے احساس کو ہمیشہ تازہ رکھو یہی احتیاط پر مائل کرے گا۔

یہ شعر علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی دور رس باریک بین اور وسیع نظر کا مظہر ہے اس مختصر سے اور سادہ ترکیب کے شعر میں انھوں نے جوگیانہ فلسفہ، اور غیر اسلامی طریق تزکیہ کا بہت خوبصورتی سے رد کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم کے مطالبات کو اس درجہ نظر انداز کیا جائے کہ اس کے اندر سے مادیت کا عنصر ہی ختم ہو جائے، کیونکہ جوگیانہ تصوف کے رو سے جسم انسانی

روح کا قید خانہ ہے، لہٰذا روح کو جلا دینے اور نکھارنے کے لئے ضروری ہے کہ جسم کو فاقہ دے دے کر محیر العقول مجاہدات کرا کے غیر فطری شدائد کے ساتھ عبادتیں کرا کے اس کو گھلایا جائے یہاں تک کہ جسم کا نہ کوئی تقاضہ باقی رہے اور نہ خواہشات پیدا ہو سکیں۔

اسلامی تعلیمات سراسر اس نظریہ کے مخالف ہیں، انسانیت کے لئے اسوۂ کامل حضور اکرم نبی الرحمۃ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، جس میں روح اور جسم دونوں کے مطالبات کمال اعتدال اور معجزانہ توازن کے ساتھ پورے کیئے گئے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ انسان جسم کے کچھ مطالبات ہیں، جیسے بھوک و پیاس اور جنس وغیرہ ان کو ہم مادی طلب کہتے ہیں، دوسرے روح کے مطالبات ہیں، مثلاً اپنے خالق کے آگے سر نیاز خم کرنے کا جذبہ اللہ کی ذات صفات کا علم حاصل کرنے کا جذبہ، اس کی خوشنودی کے لئے اپنے آپ کو مٹا دینے کا جذبہ جس کو شاہ صاحب روحانی قوت سے تعبیر فرماتے ہیں، یہ دونوں جذبے ہر انسان میں پائے جاتے ہیں، لیکن کسی میں ایک قوت غالب ہوتی ہے، کسی میں دوسری کسی کے اندر دونوں طاقتوں میں مصالحت ہوتی ہے، کسی میں منافست یعنی کوئی دونوں مطالبے خوش اسلوبی سے پورا کرتا ہے، اور کوئی ایسا ہوتا ہے کبھی فرشتہ ہے تو کبھی شیطان، دونوں طاقتیں اس کو اپنی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔

شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ انبیائے کرام کی روحانیت اور مادیت دونوں قوی تر ہوتی ہے اور ان کے درمیان مصالحت رہتی ہے۔

مقصود اس تفصیل سے یہی بیان کرنا تھا کہ جسم کے تقاضے پوری شدت کے ساتھ ایک تندرست اور صحت مند انسان میں موجود ہونا چاہیئے وہ انبیائے کرام میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کا طریقہ چھوڑ کر کوئی شخص فاقہ کر کے اپنے آپ کو اس امید میں ہلاک کرے کہ اس کی روحانیت جاگ اٹھے گی، دراصل یہی شیطان کی ایک چال، اور نفس کا فریب ہے، فقر و افلاس بھی کبھی انسان کو کفر تک پہونچا دیتا ہے، بھوکے رہنے کی بہ نسبت سیر شکم ہو کر کھا لینا زیادہ احتیاط کی بات ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان ایک چوپایہ کی طرح صرف کھاتا ہی رہے اور غیر اختیاری مشقت برداشت کرتا رہے، اسی لئے انھوں نے شروع ہی میں فرما دیا کہ بھوک اور شکم سیر ہونے کی حالتوں میں نفس کی سازشوں سے ڈرتے رہو، خطرہ دونوں میں ہے، اعتدال اور توازن ہر کام میں مطلوب و مقصود ہے۔

۲۴۔ وخالف النفس والشیطان واعصهما وان هما محضاك النصح فاتهم

۲۵۔ ولا تطع منهما خصما ولا حكما فانت تعرف كيد الخصم والحكم

نفس اور شیطان کی مخالفت کرتے رہو اور کھل کر ان کی حکم عدولی کرو، اور اگر یہ دونوں مخلصانہ خیر خواہی کا دعویٰ کریں تو ان کو مجرم ٹھہراؤ۔

نفس اور شیطان میں سے کسی کی بھی فریق بنا کر یا قاضی بنا کر اطاعت نہ کرو کیونکہ تمہیں معلوم ہے کہ ایسے فریق اور ایسے قاضی کی کیا سازش ہوگی، مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات انسان کوئی برا کام کرتا ہے، اور اس کا دل یا شیطانی وسوسہ اس کو تاویل کے ذریعہ مفید کام یا ضروری کام کی حیثیت سے سامنے لے آتا ہے، مثلاً ایک شخص نے چوری کی، اس کے نفس یا شیطان نے اس کو سمجھایا کہ یہ دولت مند جو غریبوں کا خون چوس کر کے مالدار بن گئے ہیں، اور جو غریبوں کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ہیں، ان کی مرضی کے خلاف ان سے چھین کر یا چھپ کر کچھ مال لے لیا گیا تو یہ ایک بہادری کا کارنامہ ہوا، اس کو وہ چوری نہیں کہا جا سکتا جس کی مذہب میں مذمت آتی ہے

اسی طرح دوسرے جرائم کی بھی تاویل کی جاتی ہے یا کی جا سکتی ہے جرائم اور جرام کے ارتکاب میں جب نفس دھوکہ دے سکتا ہے تو مختلف فیہ مسائل بدعات و رسوم کا پوچھنا ہی کیا ہے لہذا جب بھی نفس یا شیطان خیر خواہی کے پردہ میں اس طرح کی تاویل سجھائے تو چاہیئے کہ انسان اس مجرمانہ عقلیت کو ملزم قرار دے۔

دوسرے شعر میں یہ فرماتے ہیں کہ نفس تمہارے دینی شعور اور احکام و اطاعت کی راہ میں اگر فریق بن کر آئے تو اس کی حکم عدولی کو فرض سمجھو اس طرح فیصلہ کا اختیار کبھی دشمن کو نہ دو اگر برائی پر اکسانے والے نفس کو قاضی بنا دیا یعنی دل کے فیصلے کو قبول کر لیا تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی چالباز اور سازشی دشمن کے ہاتھوں اپنا فیصلہ کرایا جائے۔

یہاں ممکن ہے بعض لوگوں کو اقبال کا فلسفہ یاد آجائے اور عقل و دل کے مناظرے میں "دل کی دنیا" کا ثبات اور عالم عقل کی رسوائی و بے ثباتی کا مضمون ذہن میں تازہ ہو جائے اور یہ کہ:۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

میں "عشق" جس کو دوسرے اشعار میں "دل کا فیصلہ" کہا ہے، فتح مند نظر آتا ہے اور عقل نا محرم و کوتاہ بیں نظر آتی ہے یہ بات بظاہر علامہ بوصیری کے وعظ سے متعارض نظر آتی ہے جو "دل کی چاہت" کو ملزم قرار دینا چاہتے ہیں، لیکن درحقیقت ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، عشق، جنون اور دل کے فیصلہ وغیرہ کی جو تعبیریں اقبال کے یہاں ہیں ان کا مطلب جوش جہاد، خالق کی طرف یکسوئی اور مقصدیت میں یکسو اور منہمک ہو جانا ہے، عقل جہاں ہلاکت کا خوف دلائے، فرماں برداری اور اطاعت کی راہ میں حائل ہو اور خدا کی قدرت اور

اس کے احکام کی ابدیت کے سامنے مادی لذات کے ضائع ہونے کا خوف دلائے وہاں اس کی بات نہ ماننا اور اطاعت کا جوش جو کہے وہ کرنا ضروری ہے، لیکن اگر "دل کی طلب" سے مراد ہوسناکی لذت پرستی، غفلت اور کاہلی کی زندگی کو شعار بنانا ہو جیسا کہ حضرت بوصیریؒ کے اشعار اور سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے، وہاں عقل و شعور کی حکمرانی لازمی ہوگی، قرآن کریم نے بار بار (ان کنتم تعقلون) (تشعرون) (اولی النہی) اور دوسرے الفاظ میں انسان کو عقل کے کام میں لانے کی دعوت دی ہے۔

۲۶۔ استغفر اللہ من قول بلا عمل — لقد نسبت بہ نسلا لذی عقم

۲۷۔ امرتک الخیر لکن ما ائتمرت بہ — وما استقمت، فما قولی لک استقم

قول بلا عمل کے (جرم) کی اللہ سے معافی چاہتا ہوں، درحقیقت میں نے (بغیر خود عمل کئے ہوئے صرف باتیں بنا کر ایسا کام کیا ہے جیسے) میں نے ایک بانجھ کی نسل کا نسب نامہ تیار کر دیا۔

میں نے تم کو تو نیکی کی ہدایت کی مگر خود اس پر عمل پیرا نہیں ہوا، اور نہ ان باتوں سے فائدہ اٹھایا تو پھر میری اس بات کا کیا وزن رہ جاتا ہے جو میں تم سے کہتا ہوں "راہ راست پر قائم رہو"۔

۲۸۔ ولا تزودت قبل الموت نافلۃ — ولم اصل سوی فرض ولم اصم

میں نے اتنا بھی تو نہیں کیا کہ مرنے سے پہلے کچھ نوافل کا توشہ جمع کر لیتا، سوائے فرض نماز روزے کے میں نے نہ تو نمازیں پڑھیں اور نہ روزے رکھے، اس انکسار ندامت کے مضمون ہی سے علامہ بصیری اپنے قصیدے کے اصل مضمون یعنی نعت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف گریز کرتے ہیں۔

۲۹۔ ظلمت سنۃ من احیا الظلام الی — ان اشتکت قدماہ الضر من ورم

میں نے اس ذات گرامی کی راہ ہدایت پر ظلم کیا، جو راتوں کو بیدار رہا کرتے تھے اس حد تک کہ آپؐ کے پائے مبارک پر ورم آجایا کرتا تھا۔

اس شعر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، "کان یقوم حتی تتفطر قدماہ" یعنی آپ اتنی دیر قیام فرماتے تھے کہ آپؐ کے دونوں پائے مبارک پھٹ پھٹ جاتے تھے۔

حضرت مغیرہ سے روایت ہے:-

ان کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیقوم أو لیصلی حتی ترم قدماہ اوساقاہ فیقال لہ فیقول افلا أکون عبداً شکوراً۔[1]

یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اتنی دیر قیام فرماتے تھے (یا) نماز پڑھتے تھے (روایت میں لفظی اختلاف ہے) کہ آپؐ کے دونوں پائے مبارک ورم کر جایا کرتے تھے، صحابہ عرض کرتے کہ آپؐ اتنی مشقت کیوں برداشت فرماتے ہیں، تو آپؐ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس شعر سے ایک گمان یہ ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کا یہی معمول تھا لیکن احادیث و شمائل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرمؐ عام طور سے مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے، زیادہ سے زیادہ پندرہ رکعت کی روایت ملتی ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان نمازوں کی خوبی اور طوالت کو بیان نہیں کیا جا سکتا، ایسی بھی راتیں گزری ہیں کہ دو رکعت میں رات تمام ہو گئی، ایسا بھی ہوا کہ پہلی رکعت دو منزل یا تین منزل کی تلاوت فرمائی، رکوع قیام کے بقدر کبھی کبھی طویل ہوتا تھا۔

علامہ ابوبکر العامری نے "بھجۃ المحافل" میں اور ابن کثیر نے سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے پوری پوری رات نوافل میں گزار دیا کرتے تھے کہ

---

[1] یہ دونوں روایتیں صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ "باب قیام النبی صلے اللہ علیہ وسلم اللیل" میں مذکور ہیں۔

کفار نے کہنا شروع کیا کہ قرآن محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مشقت میں ڈالنے کے لئے نازل ہوا ہے
اس کے رد میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى۔ طٰہٰ اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے

سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات اور دوسرے رکوع میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آپ راتوں کا کچھ حصہ آرام میں بھی بسر فرمائیں، نصف یا ایک تہائی رات عبادت کے لئے کافی ہے حضرت مغیرہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آخر میں حضور اکرمؐ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ اول نصف شب آرام فرماتے، دوسرے نصف میں اٹھتے، پھر اس کا چھٹا حصہ آرام فرماتے اس کے بعد پھر اٹھتے تو اشراق تک عبادت فرماتے۔

علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ جس ذات گرامی کی عبادتوں کا یہ حال ہو اس کی سنت پر ہم نے ظلم کیا، یعنی اس کی اتباع نہیں کی تو ہم کس طرح اپنے آپ کو جانثار اور عاشق شمار کریں۔

۳۰۔ وشد من سغب احشاءه وطوى تحت الحجارة کشحا مترف الأدم

(اور میں نے اس ذات گرامیؐ کی سنت پر ظلم کیا ہے جنہوں نے) بھوک کی شدت کو دبانے کے لئے اپنے پیٹ کو باندھا اور اپنی کمر کے اوپری حصہ پر جس کی جلد انتہائی نازک تھی، پتھر رکھا صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما فوجدته جالسا مع اصحابه يحدثهم وقد عصب بطنه بعصابة فقالوا من الجوع۔

ایک دن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؐ اپنے صحابہ سے بیٹھے گفتگو فرما رہے ہیں، اور شکم مبارک کو ایک پٹکے (کپڑے کا ٹکڑہ) سے باندھ رکھا ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ بھوک کی وجہ سے تھا

پیٹ پر پتھر باندھنے کی روایت امام بخاری نے اس طرح نقل فرمائی ہے۔

عن جابر قال مکث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یذق الطعام وھم یحفرون الخندق فقالوا یا رسول اللہ ان ھھنا کدیۃ من الجبل فقد عجزنا معاولنا عنھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رشوھا بالماء فرشوھا بہ ثم جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاخذ المعول ثم قال بسم اللہ فضرب ثلاثاً فصارت کثیباً قال جابر فحانت منی التفاتۃ فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد شد علی بطنہ حجرا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تین دن تک اس طرح رہے کہ کھانے کی کوئی چیز چکھی تک نہیں یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ صحابہ خندق کھود رہے تھے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں ایک سخت چٹان آگیا ہے، ہمارے پھاوڑے اس کو توڑنے سے قاصر ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر پانی کا چھڑکاؤ کردو صحابہ نے چھڑکاؤ کردیا، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اپنے دست مبارک میں پھاوڑا لیا، بسم اللہ کہا اور تین ضربیں لگائیں وہ چٹان مٹی کا ڈھیر ہوگیا حضرت جابر فرماتے ہیں کہ اچانک میری نگاہ پڑی تو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ رکھا تھا۔

۲۱۔ وراودتہ الجبال الشم من ذھب عن نفسہ فأراھا ایما شمم

اور سونے کے سربلند پہاڑوں نے حضور کا دل لبھانا چاہا مگر حضورؐ نے اپنی بے مثال بلندی کا مظاہرہ فرمایا، یہ شعر بھی گزشتہ اشعار سے معنی میں مربوط ہے" شاعر کہتا ہے کہ ہم نے

اس ذات گرامی کی سنت پر ظلم کیا جن کی عبادت بے مثال تھی، جو اپنے اختیار کردہ فقر و افلاس میں زندگی گزارتے تھے، پیٹ پر پتھر باندھ کر رہتے تھے، اور اگر وہ چاہتے تو دنیا کی ساری دولت ان کے قدموں پر ڈھیر ہو سکتی تھی۔

روی انه صلی اللہ علیہ وسلم قال: عرض علیّ ربی بطحاء مکة ذهبا فقلت لا یارب ولکن اجوع یوما واشبع یوما فاذا اشبعت حمدتك واذا جعت تضرعت الیك ودعوتك۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مکہ مکرمہ کے سارے کنکروں کو سونے میں تبدیل کر کے مجھے پیش کیا تو میں نے عرض کیا بار الٰہ مجھے یہ نہ دے، مجھے تو اتنا دیجئے کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک روز شکم سیر ہو کر کھاؤں، جب شکم سیر ہو کر کھاؤں تو آپ کی حمد کروں اور جب بھوکا رہوں تو تجھ سے گڑگڑا کر مانگوں اور دعا کروں۔

شیخ ابراہیم باجوری نے اپنی شرح بردہ میں ایک اور روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

روی ان جبرئیل علیه السلام نزل علیه صلے اللہ علیہ وسلم فقال له ان اللہ یقرئك السلام ویقول لك اتحب أن تکون لك هذه الجبال ذهبا وفضة تکون معك حیث کنت فاطرق ساعة ثم قال یا جبرئیل الدنیا دار من لا دار له ومال من لا مال له یجمعها من لا عقل له

روایت ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالٰے آپ کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ان سب پہاڑوں کو سونے چاندی کا بنا دیا جائے جو ہمیشہ آپ کے قبضہ میں رہے، جہاں آپ جائیں یہ پہاڑ ساتھ چلیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحہ

فقال له جبرئیل ثبتک الله بالقول الثابت۔	کے لئے سر جھکایا پھر سر اٹھا کر فرمایا، اے جبرئیل! دنیا اس کا ٹھکانہ ہے، جس کا (آخرت میں) کوئی ٹھکانہ نہیں ہے، یہ اس شخص کی پونجی ہے جس کا (آخرت میں) کوئی سرمایہ نہیں ہے، اس کو وہی اکٹھا کرتا ہے، جس کو عقل نہیں ہے، حضرت جبرئیل نے فرمایا اللہ آپ کو پکی بات پر قائم رکھے!! (یعنی آپ نے بہت ٹھوس اور پکی بات فرمائیں)

یہ دونوں حدیثیں جو اوپر نقل کی گئیں تحقیق طلب ہیں کہ کس درجہ کی ہیں، شیخ ابراہیم باجوری شارح قصیدۂ بردہ نے انھیں بغیر حوالہ کے نقل کر دیا ہے، لیکن انھوں نے اپنے شعر میں جو بات کہی ہے کہ سونے چاندی کے پہاڑوں نے آپ کو لبھانا چاہا مگر حضورؐ نے کردار کی بے مثال بلندی کا مظاہرہ فرمایا، اپنی جگہ حقیقت پر مبنی اور بالکل سچ ہے، جب سرداران قریش کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، اور اس نے پیشکش کی کہ اگر آپ دولت کے خواہشمند ہیں تو ہم سب مل کر آپ کے لئے مال جمع کر دیں، اگر حکومت و وجاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا حاکم و فرمانروا تسلیم کرنے کو تیار ہیں، اگر آپ نکاح کے طالب ہیں تو قبیلہ کی جس عورت کو آپ منتخب کریں ہم اس سے آپ کی شادی کرا دیں، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کا جو جواب دیا وہ ایک اولوالعزم پیغمبر ہی کا جواب ہو سکتا تھا جس کی بلندی کو عام انسانی حوصلہ نہیں چھو سکتا ہے آپؐ نے فرمایا:۔

ما جئتکم بما جئتکم بہ اطلب اموالکم ولا الشرف فیکم ولا الملک علیکم ولکن اللہ بعثنی الیکم رسولا وانزل	میں جس پیغام کو لے کر آپ سب کے پاس آیا ہوں اس کے ذریعہ آپ سے مال نہیں چاہتا اور نہ آپ کے درمیان وجاہت کا طالب ہوں

علی کتابًا، وأمرنی أن أکون بشیرًا و نذیرًا، فبلغتکم رسالۃ ربی ونصحت لکم، فان تقبلوا منی ماجئتکم بہ فھو حظکم من الدنیا والآخرۃ وان تردوہ علیّ اصبر لأمر اللہ حتی یحکم اللہ بینی وبینکم۔

اور حکومت کا خواہاں ہوں، البتہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی طرف مجھے اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اپنی کتاب مجھ پر نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اللہ کی طرف سے خوش خبری دینے والا اور اس کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں، لہٰذا میں نے اپنے رب کا پیغام آپ کو پہونچا دیا، اگر آپ اس پیغام کو قبول کرتے ہیں جو میں آپ کے لئے لایا ہوں تو دنیا و آخرت میں آپ کی خوش بختی ہے اور اگر آپ لوگ اس کو رد کرتے ہیں تو میں اللہ کے حکم پر اس وقت تک صابر رہوں گا، جب تک کہ اللہ ہمارے آپ کے درمیان کوئی فیصلہ نہ کرے۔

سیرتِ نبوی ؐ کے اس مشہور واقعہ کے ساتھ اسی طرح کا دوسرا مشہور واقعہ بھی یاد کر لیجئے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب ابو طالب نے جب آپ کو سمجھایا کہ کارِ نبوت کی ادائیگی سے باز آ جائیں تو آپ نے فرمایا: کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھدیں کہ میں اس مہم کی انجام دہی سے رُک جاؤں جب بھی آخری دم تک میں ایسا نہیں کروں گا، لہٰذا امام بوصیریؒ کا شعر اپنی جگہ ہر طرح مکمل ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کی لالچ آپ کو دی گئی، لوگوں نے مال و دولت، حکومت و وجاہت، عیش و عشرت کے ذریعہ آپ کا دل لبھانا چاہا، مگر آپ نے بے مثال بلندی کا مظاہرہ فرمایا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو بلند ترین نمونۂ اخلاق پیش کیا گیا وہ آپ کے

ان الفاظ سے بھی ظاہر ہے، جس میں کوئی تکبر اور نخوت کا اسلوب نہیں ہے، مثلاً اس طرح کی بات فرماتے کہ:-

بروایں دام بر مرغ دگر نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

یا یہ فرماتے کہ میری بلند فطرت ان دنیاوی رنگ و بو کو قبول نہیں کرتی، آپؐ نے اس طرح کی کوئی متکبرانہ بات نہیں فرمائی بلکہ فرمایا تو یہی فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے مامور بندہ ہوں، مجھے آپ کے مال، حکومت، عزت کا حصول اس ذریعہ سے مقصود نہیں ہے۔

۳۲۔ وأکدت زهده فیها ضرورته　　　ان الضرورة لا تعدو علی العصم

اس شعر میں نحوی اعتبار سے کچھ کمزوری ہے[ا]، کہنا یہ چاہتے ہیں کہ انسان کی بنیادی ضرورت ایسی چیز ہے کہ اس کو طلب کرنا اور اس سے مستفید ہونا پیغمبرانہ شان کے خلاف نہیں ہے، اور نہ "معصوم" ہونے کے منافی ہے، مگر آپؐ نے ان چیزوں میں بھی زہد اور بے رغبتی کا انداز رکھا لہذا "ضروریات" میں زہد اور بے رغبتی آپ کی اس بلندی کو مزید ثابت کرتی ہے، جس کا گزشتہ شعر میں ذکر ہوا۔

واقعاتی لحاظ سے بھی یہ شعر مکمل نہیں ہے، کیوں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کی جو نعمت میسر ہوئی اس سے آپ نے انکار نہیں فرمایا، آپؐ کی پیغمبرانہ بلندی کی یہ بھی ایک شان ہے اور سمجھنے والوں کے لئے آپؐ کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپؐ نے بشری تقاضوں سے منہ نہیں موڑا کسی حاسہ یا جسم کے کسی جائز مطالبہ کو مفلوج نہیں کیا، کیونکہ آپؐ کو اس دنیا میں رہنے بسنے والے

[ا] لفظی تعقید یہ ہے کہ "اکدت" کا فاعل ضرورۃ موخر ہے اور زہدہ مفعول، اور فیہا اضمار قبل الاسم (ضرورۃ) دوسری بات یہ کہ عصم جمع عصمۃ کے بجائے اسم جنس "العصم" مقصود ہے، بہر حال مقصد کی بلندی تمام نقائص کو دور کرنے والی ہے

انسانوں کے لئے "اسوۂ کامل" بننا تھا۔

۳۳۔ وکیف تدعوالی الدنیا ضرورۃ من   لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

اور کس طرح دنیا کی طرف بلاتی اس ذات کی ضرورت جو ذات اگر نہ ہوتی تو دنیا عدم سے وجود کی طرف نہ لائی جاتی، یعنی آپ اس دنیا کی خلقت کا باعث ہیں، آپؐ نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی، اپنے وجود کے لئے دنیا آپؐ کی طالب تھی، آپ سبب اور علت ہیں اس کائنات کی تخلیق کا لہٰذا دنیا آپؐ کی طالب ہو، یہ تو سمجھ میں آنے والی بات ہے، لیکن آپؐ دنیا کے طالب ہوں یا آپؐ کی ضرورت دنیا کی طرف آپ کو مائل کرے یہ کیونکر ممکن ہے۔

۳۴۔ محمد سید الکونین والثقلین   والفریقین من عربٍ ومن عجم

یہ جن کا تذکرہ ہو رہا ہے، وہ ذات گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو دونوں جہاں کے سرور جن وانس کے آقا اور عرب وعجم کے سردار ہیں۔

۳۵۔ نبینا الآمر الناھی فلا احد   ابرّ فی قول لا منہ ولا نعم

۳۶۔ ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ   لکلِ ھولٍ من الاھوال مقتحم

وہ ہمارے نبی ہیں حکم دینے والے، روکنے والے، آپ سے زیادہ سچا حق بات کہنے والا کوئی انسان نہیں ہے، آپ کے "ہاں" کہنے اور "نہیں" کہنے دونوں میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

آپ وہ محبوب (شخصیت کے مالک) ہیں، جس کی شفاعت کا آسرا ہر پیش آنے والی ہولناک حالت میں کیا جاتا ہے۔

ھمزیۃ البوصیری

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ بردہ نے اتنی شہرت حاصل کی کہ خود ان کے دوسرے نعتیہ قصائد اس کے آگے ماند پڑ گئے، حالانکہ نعتوں پر مشتمل ان کا مکمل دیوان ہے اور اکثر قصائد اپنی معنوی خوبیوں کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتے ہیں، ان کا "ہمزیہ" ۴۵۶ شعر پر مشتمل ہے، جس کا مطلع ہے۔

کیف ترقی رقیک الانبیاء　　　یاسماء ما طاولتہا سماء

آپ کی بلندی کو انبیاء کہاں پہونچ سکتے ہیں، اے وہ آسمان جس کا بلندی میں کوئی آسمان مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس قصیدہ میں سیرت کے تمام اہم واقعات کی طرف اشارے ملتے ہیں، ظہور قدسی رضاعت، نبوت، معراج، ہجرت، غزوات، فتح مکہ، حج، اور اس کے بعد آل و اصحاب، عشرہ مبشرہ ہر ایک کا تذکرہ ہے، اور آخر میں صلاۃ و سلام پر مشتمل مضامین ہیں۔

اس قصیدہ کے چند منتخب شعر یہ ہیں:۔

۱۔ رحمۃ کلہ وحزم وعزم　　　ووقار وعصمۃ وحیاء

۲۔ لا تحل البأساء منہ عری　　　الصبر ولا تستخفہ السراء

۳۔ کرمت نفسہ فما یخطر السوء　　　علی قلبہ ولا الفحشاء

۴۔ وسع العالمین علما وحلما　　　فھو بحر لم تعیہ الاعیاء

۱۔ آپ سراپا رحمت ہیں قوت فیصلہ، قوت ارادہ کے بادشاہ ہیں، وقار، پاک دامنی اور شرم و حیاء کے کامل و مکمل نمونہ ہیں۔

۲- مصیبتیں آپ کے صبر کی کسی کڑی کو توڑ نہیں سکتی تھیں، مسرتیں آپ کو آپے سے باہر نہیں کر سکتیں تھیں۔

۳- آپ کا نفس وہ نفس بلند تھا، کہ جس پر برائی اور بے حیائی کا کھٹکا بھی نہیں ہوتا تھا۔

۴- سارے عالم کو آپ نے اپنے علم و بردباری سے سیراب کر دیا، آپ ایک سمندر تھے جس کو کوئی وزنی سے وزنی شئی زیر نہیں کر سکتی۔[1]



---

[1] جن حضرات کو عربی اور اردو کے طرز بیان کا فرق معلوم ہے، انھیں اندازہ ہوگا کہ عربی کی بہت سی ایسی ترکیبیں ہیں، جن کا لفظی ترجمہ بغیر کسی تبدیلی کے کر دیا جائے تو خالص اردو داں طبقہ کے لئے گنجلک ہو جائے گا، مثلاً "وَسِعَ العالمین علمًا وحلمًا" کا ترجمہ یہ کیا جائے کہ "وسیع ہو گئے علم و حلم کے اعتبار سے سارے جہاں پر" تو مفہوم واضح نہیں ہوگا، اس لئے اس کے قریب تر لفظ کو مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔

ابن جابر الاندلسی کی نعتیں

شیخ بوصیریؒ کے بعد، ابن جابر الاندلسی کا نام آتا ہے، جن کی پیدائش کا سال ۶۹۸ھ ہے، یہ بزرگ پیدائشی نابینا تھے، عرصہ تک مصر و شام میں آکر رہے، اور حلب میں مستقل اقامت اختیار کر لی تھی، ۷۸۰ھ میں وفات پائی[1]

ان کو بوصیریؒ کے قصیدۂ بردہ سے زندگی بھر شغف رہا، جو کچھ کہا نعت میں کہا اور اسی انداز میں کہا ان کی ایک نعت کے دو شعر سنیے۔

۱۔ یا اهل طیبة فی مغناکمو قمر — یهدی الی کل محمودٍ من الطرق

۲۔ کالغیث فی کرم واللیث فی حرم — والبدر فی افق والزهر فی خلق

۱۔ اے طیبہ کے رہنے والو! تمہاری بستی میں ایک چاند ہے، جو ہر پسندیدہ راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔

۲۔ وہ سخاوت میں تیز بارش، اور حرم میں ایک شیر کے مانند ہے، افق پر چودھویں کا چاند

---

[1] الاعلام از خیر الدین زرکلی حرف میم (پورا نام محمد بن احمد)

ہے اخلاق میں ایک حسین پھول ہے۔

ان کے اشعار میں بلاغت اور سلاست کا عنصر غالب ہے، صنعت تجانس کے تو وہ بادشاہ معلوم ہوتے ہیں، بردہ کے طرز پر ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔

۱۔ اما معانی المعانی قد جمعت   فی ذاتہ فبدت ناراً علی علم

۲۔ کالبدر فی شیم والبحر فی دیم   والزھر فی نعم والدھر فی نقم

۱۔ علوم کی روح اور اس کی اصلی حقیقت آپ کی ذات گرامی میں جمع ہوگئی تھی اور وہ آشکارا ہو کر رہی۔

۲۔ اخلاق میں چودھویں کا چاند، سخاوت میں دریا، احسان بخشی میں پھول اور حق کی حمایت میں سخت۔

ابن جابر الاندلسی نے ابوصیری کے بردہ کا معارضہ بہت شاندار انداز میں کیا، شاندار ان معنوں میں کہ انھوں نے مدائح نبویہ میں ایک طرز نو ایجاد کی، ہر شعر میں بلاغت کی کسی نہ کسی صنعت کو پیش کیا ہے، اس طرح ایک فن ہی ایجاد ہو گیا، جس کا نام "بدیعیہ" پڑ گیا، بعد کے لوگوں نے اس کی تقلید کی جس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے، جیسے بدیعیہ ابن حموی وغیرہ۔

ابن جابر کے بدیعیہ کا مطلع یہ ہے۔

بطیبۃ انزل ویمّم سید الأمم   وانشر لہ المدح وانثر أطیب الکلم

یمّم (ارادہ کرنا) الامم (امت کی جمع) نشر اور نثر پھیلانے کے معنی میں تناسب صوتی اور مجانست لفظی کی کامیاب کاوش ہے، متعدد علمائے ادب و بلاغت نے اس کی شرح کی ہے، اور محاسن شعری اور صنائع و بدائع کو واضح کر کے بتایا ہے، کچھ لوگوں نے کہا کہ اس قصیدہ میں الفاظ ہی الفاظ ہیں، جذبات محبت کی کمی ہے، معنی آفرینی نہیں ہے[1]، ممکن ہے یہ بات کسی حد تک

[1] خزانۃ الادب للحموی آراء المعاصرین ص ۱۵

صحیح ہو مگر ایک شخص کا اپنی پوری زندگی کا مشغلہ ہی نعت گوئی کو بنا لینا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں پیش کئے جانے والے قصیدہ کے لئے خوبصورت الفاظ تلاش کرتے رہنا اپنی جگہ خود ایک بڑے اخلاص کی دلیل ہے۔

اس قصیدہ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس طرز کو دوسرے مداحین نبیؐ نے اپنایا، مصنف کے ایک معاصر صفی الدین الحلی م ۷۵۰ھ نے اسی طرز پر ایک قصیدہ کہا اور اس کا نام رکھا "الکفایۃ البدیعیۃ فی المدائح النبویۃ" عز الدین الموصلی م ۷۸۹ھ نے اپنے قصیدہ کا عنوان "التوصل بالبدیع الی التوسل بالشفیع" رکھا۔ ابن حجۃ الحموی م ۸۳۷ھ نے البدیعیۃ فی المدیحہ تصنیف کیا، ابن المقری م ۸۳۹ھ نے اپنے قصیدہ کا عنوان "الجواھر اللامعہ فی تجنیس الفرائد الجامعہ للمعانی الرائعۃ" تجویز کیا، امام سیوطی نے بھی اسی طرز پر ایک نعت نظم "البدیع فی مدح خیر شفیع" کہی تھی، مصر کی مشہور مسلمان ادیبہ عائشہ باعونیہ نے دو قصیدے اس طرز پہ لکھے ہیں، ان کے علاوہ جن شعراء کے نام ڈاکٹر زکی مبارک نے گنائے ہیں وہ یہ ہیں۔

ابو الوفا ابن عمر الفرضی، عبدالہادی الابیاری، شیخ طاہر الجزائری، خیر اللہ الخطیب، عبدالغنی النابلسی (دو قصیدے) قاسم بن محمد الحلبی، صدر الدین الحسینی، شعبان الاثاری، ان میں سے ہر قصیدہ کے لئے عام لقب "بدیعیہ" کا ہے۔



ابن حجۃ الحموی کا "بدیعیہ"

ابن حجہ حماۃ (سوریہ) کے رہنے والے تھے سن ولادت ۷۶۷ھ اور سن وفات ۸۳۹ھ ہے، پورا نام ابوبکر تقی الدین بن علی بن عبداللہ الحموی تھا، مصر وشام کے علماء سے دینیات اور عربی ادب کی تکمیل کی تھی، ان کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں زیادہ مشہور "خزانۃ الادب" ہے، یہ کتاب ان کے قصیدہ بدیعیہ کی شرح ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں عربی شاعری کا جو انداز تھا، یہ قصیدہ اس کا بہترین نمونہ ہے، حموی نے یہ قصیدہ اپنے استاد اور شیخ طریقت شیخ محمد بن البارزی کی فرمائش پر لکھا تھا، شیخ بارزی نے ان کے ادبی رجحان اور بلاغت سے شغف کو دیکھ کر کہا کہ اپنی ادبی صلاحیت کو رسول اللہ کے قدموں پر رکھ دو، "گھر وہ ہے جو آباد ہو، درخت وہ ہے جو پھل دے"[1] چنانچہ شیخ حموی نے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کی، اور جب بھی چند شعر کہتے تو جا کر ان کو دکھاتے اور شیخ اصلاح فرماتے، کبھی دوبارہ لکھنے کو کہتے، فرماتے ہیں، "گویا ہم جواہرات کا ہار گوندھ رہے تھے" اور شیخ

---

[1] مقدمہ خزائن الادب صـ۲ طبع بولاق ۱۳۱۳ھ

ایک ایک موتی کو پرکھتے تھے، کبھی لوٹا دیتے کہ اس میں آب نہیں، اور اس میں چمک کی کمی ہے، اور جب پسند کرتے تو کہتے ہاں یہ "میرے مولیٰ کے لائق ہے"۔

حموی کو اپنے اس بدیعیہ پر ناز تھا، اور اس کو اپنا حاصل عمر سمجھتے تھے "خزانۃ الادب" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔

اما براعۃ بدیعیتی فانہا ببرکۃ ممدوحہ صلے اللہ علیہ وسلم نور ھذہ المطالع وقبلۃ ھذا الکلام الجامع۔

جہاں تک میرے "بدیعیہ" کے ممتاز ہونے کا تعلق ہے، وہ اس قصیدہ کے ممدوح صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان تمام مطالع (جو اس طرز پر کہے گئے) کا نور اور نعتوں کا قبلہ ہے۔

یہ بدیعیہ، جیسا کہ اوپر گذر چکا، دراصل بوصیریؒ کے بردہ کا معارضہ ہے، اضافہ صرف یہ ہے کہ ہر شعر میں براعت استہلال اور حسن ابتدار کی صنعت ملحوظ رکھی گئی ہے، اس کی تعداد بھی ۱۸۲ بردہ کے اشعار کی تعداد کے مطابق ہے، مضامین میں بھی یکسانیت ہے یعنی تشبیب، گریز، نصیحت، مدح، اور دعا پر خاتمہ، لیکن صنعت بلاغت کے التزام کی وجہ سے ایک طرف تو وہ سلاست اور روانی نہیں رہی جو خود انہی کے دوسرے نعتیہ قصائد میں ملتی ہے، نیز کوئی شاعرانہ خیال، اچھوتا مضمون، یا سیرت پاک کے کچھ واقعات وہ نہیں پیش کرسکے۔

اس بدیعیہ کا مطلع یہ ہے:۔

لی فی ابتدا مدحکم یا عرب ذی سلم   براعۃ تستھل الدمع فی العلم

باللہ سر بی فسر بی طلقوا وطنی   ورکبوا فی ضلوعی مطلق السقم

اسی طرح کے تشبیب کے ۱۹ شعر ہیں، صرف اسلوب کا نمونہ سمجھنے کے لئے اس دوسرے شعر کی لفظی تشریح کرتا ہوں تاکہ بدیعیہ کا مطلب اور حضرت حموی کی کاوش کا اندازہ ہوسکے۔

پہلے شعر میں یہ فن شروع ہوتا اس کو عنوان یا تعارف سمجھئے، کہتے ہیں کہ اے ذی سلم کے عربو! آپ کی مدح خوانی سے ابتدا کرنے میں مجھے فنی کمال ہے، جو آنسوؤں کو پہاڑ کی چوٹی پر چھلکانے لگتا ہے۔

اس شعر میں لفظ "ابتدا" اور لفظ "استہلال" کے ایک ہی معنی ہیں، استہلال بلاغت کی ایک صنعت بھی ہے، اور کام شروع کرنے کے معنی بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔

دوسرے شعر "سِربِی" مجھے لے چلو" دوسرا "سربی" "میری ٹولی" جماعت، سِرب (جماعت) طلقوا وطنی "میرا وطن چھوڑ دیا" یا "اس کو طلاق دیدیا" مطلق السقم آزادی کے ساتھ بغیر روک ٹوک کے لگ جانے والی بیماری "طلقوا" اور "مطلق" کا تجانس ظاہر ہے۔

ان دونوں شعروں کا ترجمہ یہ ہوگا:۔

اے ذی سلم کے عربو! مجھے آپ کی مدح خوانی سے ابتدا کرنے میں فن کمال حاصل ہے وہ فنی کمال جو آنسو کو پہاڑ کی چوٹیوں پر چھلکانے لگتا ہے۔

یعنی جب میں اپنا نغمہ شروع کرتا ہوں، تو لوگوں کے آنسو بہنے لگتے ہیں، اور سامنے کی پہاڑ آنسوؤں کی وجہ سے جھلمل کرنے لگتے ہیں۔

خدا کے لئے مجھے لے چلو، کیونکہ میرے قافلہ والوں نے میرے وطن کو چھوڑ دیا، اور میری پسلیوں میں وہ روگ لگا دیا ہے، جو بڑھنے اور پھیلنے میں ہر طرح سے آزاد ہے۔

ان اشعار میں قابل ذکر بات صرف یہی ہے کہ صنائع و بدائع کے اصناف میں سے پہلے شعر میں گریز، دوسرے میں صنعتِ اطراد تیسرے میں صنعت عکسی، چوتھے میں صنعتِ تردید اور پانچویں میں صنعت تکرار کی مثال۔۔۔ موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ حموی کے بدیعیہ کو کتبخانوں میں بلاغت کی فہرست میں جگہ دی گئی ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے، کہ حموی کی دوسری نعت جو "امان الخائف" کے عنوان سے ہے وہ اس بدلیعیہ سے کہیں زیادہ بہتر ہے جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:-

۱۔ شدت بکم العشاق لما ترنموا	فغنوا وقد طاب المقام وزمزم
۲۔ وضاع شذا کم بین سلع وحاجرٍ	فکان دلیل الظاعنین الیکم
۳۔ وجزتم بوادی الجزع فاخضر والتوی	علی خدہ بالنبت صدغ منمنم

۱۔ عشاق جب گنگنائے تو آپ کی مدح میں گنگنائے اور دھن سے شعر پڑھا تو ملتزم اور زمزم جھوم اٹھے۔

۲۔ آپ کی خوشبو سلع اور حاجر میں پھیل گئی، اونٹوں پر چلنے والے کو راستہ آپ کی منزل تک اسی خوشبو نے بتایا۔

۳۔ آپ جب وادی الجزع سے گذرے تو وہ سرسبز ہو گئی، اور اس درجہ سرسبز ہو گئی کہ اس وادی کی پیشانی کا کنارا لال بوٹے سے بھرا ہوا اس کے چہرہ کی روئیدگی سے لپٹ گیا (اس استعارہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ جس وادی سے گذرے وہ اگرچہ خشک صحرا کے مانند تھی، مگر آپ کے قدم کی بدولت سرسبز و شاداب ہو گئی) ؎

سرسبز ہو وہ سبزہ جو ترا پائمال ہو	ٹھہرے تو شجر کے تلے وہ نہال ہو

اس قصیدہ کا شاہ بیت یہ ہے:-

اوری بذکر البان والرند والنقا	وسفح الوادی والجزع، والقصد انتم

یعنی بان، رند، اور نقا نامی درختوں اور رفع الوادی اور جزع نامی مقامات تو صرف بات بنانے اور "توریہ" کے لئے ہیں، مقصد تو صرف آپ ہیں۔

اس قصیدہ کے گریز کے اشعار جہاں سے وہ نعت شروع کرتے ہیں، یہ ہیں۔

- تقنعت فی حبی لهم فتعصبوا ‏ علیّ وهم سادات من قد تلثموا

لهم حسب عال ببطحاء مکة ‏ لأن رسول الله فی الاصل منهم

(مسلسل) میں نے اہل حجاز سے اپنی محبت چھپانے کے لئے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لی تو یہ سب میرے خلاف ہو گئے (حالانکہ جس وجہ سے نقاب ڈالی ہے، وہ یہی لوگ ہیں) اور یہی اس طرح کی محبت کرنے والوں کے آقا ہیں۔

ان کا خاندانی وقار بطحائے مکہ میں بہت بلند ہے، کیونکہ رسول اللہ دراصل انہی میں سے ہیں۔

آخر میں کہتے ہیں:۔

۱- عسی وقفة او قعدة لابن حجة ‏ علی بابکم یسعی بها وهو محرم

۲- فقد جاء یشکو من ذنوب تعاظمت ‏ وقدرک فی یوم الشفاعة اعظم

۳- وقد ناله فی عنفوان شبابه ‏ هموم وسیف الهم للظهر یقصم

۴- وعارضه قد شاب فی زمن الصبا ‏ عسی بک من ذا العارض الصعب یسلم

۵- فیا وردنا الصافی اطیور قلوبنا ‏ علیک اذا ما نابها الضیم حوّم

۶- علیک سلام نشره کانه ابدا ‏ به یتخالی الطب والمسک یختم

یہ قصیدہ بھی بلاغت کی صنعتوں سے خالی نہیں ہے، عربی سے واقف حضرات ترجمہ اور اصل شعر کی مطابقت کر لیں۔

۱- کیا تعجب ہے کہ ابن حجہ کا آپ کے درپاک پر ایک "قیام" یا "قعود" کام آجائے، جس کے لئے وہ "احرام باندھے ہوئے" (سعی کر رہا ہے) کوشاں ہے۔

۲- وہ ان گناہوں کی فریاد لے کر آیا ہے، جو بہت بھاری ہو چکی ہیں، لیکن آپ کی شان

شفاعت کے دن، اس سے بھی بھاری ہے۔

۳۔ ابتدائے جوانی ہی میں اس کو (یعنی ابن حجہ کو) مصائب نے دبوچ لیا تھا، اور مصائب کی تلوار ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دیا کرتی ہے۔

۴۔ اس کے عارض بچپن ہی میں بوڑھے ہو چکے تھے، کیا عجب ہے کہ آپ کے صدقے میں وہ اس سخت عارضہ سے نجات پا جائے۔

۵۔ اے سرچشمۂ پاک! میرے دل کے پرندے جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے آپ کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔

۶۔ آپ پر سلام ہو، اس سلام کی عطر بیز ہوائیں جب بھی پھیلیں گی تو وہ عطر سے بازی لے جائیں گی، اور مشک اس پر مہر کرے گا۔



شیخ عبدالرحیم البُرعی کی نعتیں

ان بزرگ کا نام بھی نعت نبوی سے اسی درجہ وابستہ ہے جس طرح فارسی داں حلقوں میں حضرت جامیؒ کا نام، یہ بزرگ یمن کے ایک صوفی عالم تھے، صاحب درس تھے، شاگردوں اور مریدوں کا بڑا حلقہ رکھتے تھے، اپنے جوار کے مفتی بھی تھے، ان کا وطن یمن میں "نیابتین" تھا، جو جبل برع کے نشیب میں واقع ہے۔

علامہ نبہانی کو غالباً ان کے حالات زندگی اور سن وفات کا پتہ نہ چل سکا اس لئے انھوں نے ان کو "من أهل القرن الخامس الهجري" لکھدیا ہے، استاذ خیرالدین زرکلی نے "الاعلام" میں لکھا ہے:۔

عبد الرحيم بن احمد بن علي البرعي اليماني شاعر متصوف من سكان "النيابتين" في اليمن، افتى ودرس له ديوان شعر مطبوع، اكثره في المدائح	عبدالرحیم بن احمد بن علی البرعی یمانی ایک صوفی شاعر تھے، یمن میں نیابتین ان کا وطن تھا، فتویٰ اور درس دیا کرتے تھے، ان کا دیوان طبع ہو چکا ہے، جس میں زیادہ کلام نعت نبوی پر مشتمل ہے

النبوية توفی عام ۸۰۳ من الهجرة۔ ۸۰۳ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

شیخ اسماعیل الوشلی نے علمائے یمن کی تاریخ "نشر الثناء الحسن علی بعض ارباب الفضل والکمال من اہل الیمن" کے نام سے لکھی ہے جس میں شیخ برعی کے علمی کمالات اور کرامتوں کا تفصیل سے ذکر کیا، شوکانی نے "البدر الطالع" کے ضمیمہ میں ان کا تذکرہ بڑے احترام کے ساتھ کیا ہے۔

بعض اہل یمن ان کے اشعار کو وظیفہ کی طرح پڑھا کرتے ہیں، حج وزیارت کو آنے والے خاص طور سے ان کے منتخب قصائد اپنے اوراد کے ساتھ رکھا کرتے ہیں، ان کی قبر یمن ہی میں ہے اور اس پر گنبد بھی بنا ہوا ہے، لوگ سالانہ زیارت کے لئے وہاں جایا کرتے ہیں، اور اس مقام سے بھی متعدد کرامتیں منسوب ہیں۔

غالباً ان کے ہم نام کوئی اور یمنی بزرگ ہیں، جن کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ہے، اور یمنی صوفیاء وہاں بھی زیارت کو جاتے ہیں، ان کے حالات کچھ اسی طرح کے مشہور ہیں جس طرح حضرت جامیؒ کے، یعنی کسی صاحب نسبت بزرگ کو خواب میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت ہوئی تھی کہ حاکم مدینہ سے کہہ کر برعی کو مدینہ آنے سے روکو ورنہ نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان کے نعتیہ دیوان کا پہلے قصیدہ ہمزیہ کا مطلع یہ ہے۔

ادی برق الغویر اذا تراٰی باقصی الشام ذکرنی بکاء

(غویر غور کا مصغر و نشیبی جگہ، ایک مقام کا نام) یعنی غویر کے افق پر بجلی چمکی جس کو دیکھ کر میرے دل پر چوٹ پڑی اور میں رو پڑا۔

اس مطلع کے بعد چند اشعار اسی انداز میں تشبیب کے ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں۔

۱ - وفی أكناف طيبة هاشمی ... تصرف بالسماحة حيث شاء

۲ - امام المرسلين ومنتقاهم ... حوى الخيرات ختماً وابتداء

۳ تناهى فخر كل اخى فخار ... ولن تلقى لمفخره انتهاء

۴ - نبی مارأته الشمس إلا ... وغضت من محاسنه حياء

۵ - عظيم إن تواضع عن علو ... كبير ليس يرضى الكبرياء

۶ - وذلك خير من حملته ام ... ومن لبس العمامة والرداء

۷ - انخ بجنابه الانضاء وابذل ... لزائره المودة والصفاء

۸ - نحن لذكره طرباً وشوقاً ... فتحسبنا تساقينا الطلاء

۹ - ومالی لا أحن الى حبيب ... ثملت براح مدحته انتشاء

۱۰ - رسول الله اعلى الناس قدراً ... واكرمهم وأرحبهم فناء

۱۱ - ومن لی أن أزورك بعد بعد ... صباحاً يا محمد أو مساء

۱۲ - واشتم تربة نفحت عبيراً ... وانظر قبة ملئت ضياء

۱۳ - عليك صلاة ربك ما تبارت ... صبا نجد نسيما أو رخاء

۱ - طیبہ کے ایک حصے میں ایک ہاشمی ہیں، وہ جس طرح چاہتے ہیں، سخاوت پر حکمرانی کرتے ہیں، (یعنی سخاوت میں اس درجہ ممتاز ہیں کہ گویا اس صفت پر ان کو پورا قابو ہے، اور جیسے چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں۔)

۲ - وہ تمام انبیائے مرسلین کے امام اور ان سب میں منتخب ترین نبی ہیں، خوبیوں کی ابتداء وانتہاء دونوں کو انھوں نے گھیر لیا ہے۔

۳ - ہر صاحب فخر کا سرمایۂ فخر ختم ہو گیا، لیکن آپ کے لئے جو فخر کی باتیں ہیں، ان کی انتہا

نہیں ہے۔

۴۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ آفتاب نے جب بھی ان پر نظر ڈالی تو ان کے محاسن کو دیکھ کر شرمندہ ہو کر سرنگوں ہو گیا۔

۵۔ وہ عظیم شخصیت کے مالک ہیں، لیکن بلندیوں کے باوجود عاجزی فرماتے ہیں، وہ بڑے ہیں، لیکن بڑائی نہیں جتلاتے۔

۶۔ وہ ذات گرامیؐ جن سے بہتر شخص کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا، اور عباد عمامہ میں ان سے بہتر انسان کو نہیں دیکھا گیا۔

۷۔ ان کی چوکھٹ پر اونٹنیوں کو بٹھاؤ، اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی خاطر مدارات کرو

۸۔ ہم ان کی یاد میں جھومتے اور مست ہوتے ہیں اور اشتیاق میں تڑپتے ہیں، تم ہمیں اس حال میں دیکھ کر یہی سمجھو گے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو جام شراب پلا رہے ہیں۔

۹۔ اور ہم کیوں نہ اس ذات محبوبی کی یاد میں تڑپیں جن کی مدح کی شراب سے شاد کام ہو کر ہم مست ہو رہے ہیں۔

۱۰۔ وہ رسول اللہؐ ہیں تمام انسانوں میں بلند و بالا حیثیت کے مالک اور سب سے زیادہ سخی جن کا صحن سب سے زیادہ وسیع ہے۔

۱۱۔ کون ہے جو مجھے وہاں لے جائے کہ اُس دوری کے بعد آپؐ کی اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) صبح و شام زیارت کروں۔

۱۲۔ اور اس خاک کو چوموں جس سے مشک کی خوشبو پھیلتی ہے، اور اس گنبد کو دیکھوں جو نور سے بھرا ہوا ہے۔

۱۳۔ آپ پر آپ کے رب کا درود و سلام ہو جب تک کہ نجد سے نسیم سحر اور باد صبا چلتی رہے۔

شیخ عبدالرحیم البرعی کا ایک دوسرا اہم مزیہ ہے، جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے۔

اذا عہدوا فلیس لھم وفاء　　　　وان وعدوا فموعدھم ھباء

خالص تشبیب کا مضمون ہے کہ یہ معشوق اگر عہد کریں تو ان میں وفا نہیں، اور اگر وعدہ کریں تو ان کا وعدہ خس و خاشاک ہے۔

تشبیب میں وہ گردش زمانہ، یاروں کی بے وفائی، اہل دنیا کی بے مہری کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے موضوع پر آتے ہیں۔

وان عثرت بک الایام فانزل　　　　باکرم من تظللہ السماء

نبی ھاشمی ابطحی　　　　شمائلہ السماحۃ والوفاء

اگر تم زمانہ کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہو تو اس سخی داتا کے در پر آجاؤ، جن سے زیادہ سخی انسان پر کبھی آسمان سایہ فگن نہیں ہوا۔

وہ نبی ہاشمی البطحی ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) سخا و وفا ان کی خو ہے۔

اس کے بعد شاعر نے معراج کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اپنے حضور بلایا، قریب کیا، باتیں کیں اور فرمایا کہ:-

فقل واشفع ترئ کرما ومجدا　　　　وسل تعطی وشیمتک العطاء

لک الحوض المعین کرامۃ یا　　　　محمد والشفاعۃ واللواء

(جو بھی طلب ہو) کہیے اور شفاعت کیجیے، بخشش اور توقیر لیجیے، مانگیے ملے گا، اور بخشنا دینا تو آپ کا شیوہ ہے، آپ کے لئے یہ حوض ہے جو سرچشمہ ہے، اے محمد آپ کے لئے حوض کوثر، اذن شفاعت اور لوا الحمد انعام ہے۔

اب جبکہ ممدوح گرامی صلے اللہ علیہ وسلم کو شاعر مخاطب کر رہا ہے تو یوں عرض کرتا ہے۔

اذا انسبوا المکارم والمعالی　　　فانت لہا تمام وابتداء

اذا الفخر انتھی شرفا فحاشا　　　وکلا ما لفخرکم انتھاء

جب سیرت وکردار کی بلندیوں اور خاندانی شرافتوں کا ذکر ہوگا تو اس کی ابتدا اور تکمیل دونوں آپ کی ذات سے منسوب ہوگی۔

اگر دنیا کا سرمایۂ فخر ختم ہو جائے پھر بھی آپ کے لئے جو فخر کی باتیں ہیں وہ حاشا و کلا کبھی ختم نہیں ہوسکتیں۔

ان کا ایک قصیدہ جیمیہ ہے جس کا مطلع ہے:۔

متی یستقیم الظل والعود أعوج　　　وھل ذھب صرف یساویہ بھرج

جب لکڑی ٹیڑھی ہو تو سایہ کب سیدھا ہوگا، کیا زرِ خالص کی برابری کھوٹا سکہ کرسکتا ہے؟!

اس قصیدہ کی ابتدا تشبیب کے بجائے پند و نصیحت کے مضمون سے کی ہے، خطاب تو اپنے نفس ہی کو کیا ہے، مگر مقصود وعظ ہے، نعت کی طرف بڑی خوبصورتی سے گریز کرتے ہیں۔

فیا شؤم حظی حین ینکشف الغطا　　　اذا لم یکن لی من ذنوبی مخرج

ولیس معی زاد ولا لی وسیلۃ　　　بلیٰ ہاشمی بالبہاء متوج

ہائے رے میری شومئ قسمت! جب پردہ اٹھے گا، اور گناہوں کے بار سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا، نہ میرے پاس کوئی (نیک اعمال کا) توشہ ہے اور نہ کوئی سہارا ہے، ہاں البتہ ایک ہاشمی ہیں، جن کے سر پر زینتوں کا تاج ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں:۔

۱۔ اذا امدح المداح أرباب عصرھم　　　مدحت الذی من نورہ الکون یبھج

۲۔ وان ذکروا لیلی ولبنی فاننی　　　بذکر الحبیب الطیب الذکر ألھج

۳- أما ومحل الهدى تدمى نحورها — ومن ضمه البيت العتيق السبج

۴- لقد شاقني زوار قبر محمد — فشوقي مع الزوار يسري ويدلج

۵- وارتاح من أرواح أطياب طيبة — اذا المسك في أرجائها يتأرج

۶- بلاد بها جبريل يسحب ريشه — وينزل من جو السما و يعرج

۷- نبي تغار الشمس من نور وجهه — بهي نقي الثغر أحور أدعج

۸- تزيد به الأيام حسنا ويزدهي — به الدين، والدنيا به تتبرج

۹- مكارم اخلاق وحسن شمائل — وشيمة جود بحره متموج

۱- جب ثنا خوانی کرنے والے اپنے اہل زمانہ کی ثنا خوانی کرتے ہیں، تو میں اس ذات کی مدح کرتا ہوں جس کے نور سے کائنات روشن ہے۔

۲- جب یہ لوگ کسی "لیلی" یا کسی "لبنی" کا ذکر کرتے ہوں تو میں اس حبیب پاک کی یاد میں نغمہ خواں ہوتا ہوں، جن کا ذکر سراسر معطر ہے۔

۳- قسم اس مقام کی جہاں قربانی کے جانوروں کی گردنوں سے خون بہایا جاتا ہے، اور قسم ان کی جن کی پر رونق بیت اللہ الحرام اپنی آغوش میں لیتا ہے۔

۴- کہ قبر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کو جانے والوں نے میرے شوق بھڑکا دیا ہے، ان زائروں کے ساتھ میرا شوق بھی رات دن گامزن ہے۔

۵- میرے دل کو راحت اُن ہواؤں سے ملتی ہے، جو طیبہ کے پاکیزہ کناروں سے چلتی ہیں، جبکہ مشک بیز لپٹیں اس شہر کے گوشے گوشے میں پھیلتی ہیں۔

۶- وہ شہر جہاں جبرئیل بھی اپنے پر سمیٹے ہوئے آسمان سے اترتے چڑھتے رہتے تھے۔

۷- یہ سب اس نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں ہے، جن کے چہرۂ انور کی

بانی کو دیکھ کر آفتاب بھی شرمندہ ہوتا ہے، وہ جو بارونق، پاکیزہ رو، کشادہ اور سرگیں چشم
ہیں۔ (صلے اللہ علیہ وسلم)۔

۸۔ زمانہ جوں جوں گزرتا جاتا ہے، آپؐ کا جمال بڑھتا جاتا ہے، دین آپ سے سرسبز و
شاداب، دنیا آپ سے مزین اور سیراب۔

۹۔ اخلاق کی بلندیوں، عادات کی خوبیوں کے آپؐ مجموعہ ہیں، سخاوت آپ کی عادت
ہے، اور وہ ایک ایسا سمندر ہے جس میں موج ہی موج ہے۔



ابن نباتہ مصری کی نعتیں

ابن نباتہ مصری کا پورا نام جمال الدین محمد بن محمد ہے، ۶۸۶ھ ان کا سال پیدائش اور ۷۶۸ھ سال وفات ہے، اپنے وقت کے بڑے عالم، صوفی اور ادیب تھے آٹھویں صدی ہجری میں عربی ادب پر صنعت، ضلع جگت، رعایت لفظی قافیہ کے لئے مضمون آوری کا رنگ چھایا ہوا تھا ابن نباتہ بھی اسی عصر کے ادیب تھے، ان کی نظم و نثر دونوں اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں جہاں تک الفاظ پر قدرت اور قوافی میں مہارت کا تعلق ہے، ابن حجۃ الحموی اور ابن جابر الاندلسی سے ان کا پلڑا بھاری ہے، یہ بہت پر گو شاعر تھے، کوئی قصیدہ ۶۰ شعر سے کم کا نہیں ہے۔

نعت کا مضمون ان کی شاعری کا موضوع تھا، لیکن صنائع و بدائع کی پابندیوں نے ان کے اشعار کو بہت حد تک گنجلک بنا دیا ہے، اور اگر ان کے اہم قصائد میں ایک تو لامیہ قصیدہ ہے، جو بانت سعاد کے وزن و قافیہ میں انھوں نے کہا ہے، جس کو معارضہ کہا جاتا ہے، اور دوسرا ہمزیہ ہے، جس کا مطلع ہے۔

شجون نحوها العشاق فاءوا   وصب ماله فی الصبر راء

رنج واندوہ ہیں، جن کی طرف عاشق لوٹتے ہیں، ایک ایسا عاشق ہے جس کے صبر میں "ر" نہیں ہے" فاؤا" فاء یعنی سے لوٹنے کے معنی ہیں، اور (ق) کے پہلے کا حرف (ف) کو بولنے میں فاؤا کہتے ہیں، یعنی اسے درد واندوہ کا ہجوم ہے کہ عُشاق، عشق کی قاف سے سمجھ ف ہو جاتے ہیں۔

دوسرے مصرعہ میں یہ چیستاں ہے کہ صَب کے معنی عاشق، اور صبر کے معنی روکنے اور صبر کرنے کے ہیں، لہذا معنی یہ ہوئے کہ ایسے عاشق ہیں جن کے صبر میں "ر" نہیں ہے۔

ذرا طبیعت پر جبر کر کے دو ایک شعر اور سنئے :-

۱۔ وصحب ان غروا بملام مثلی	فرب أصاحب بالأثم باؤا
۲۔ وعین دمعها فی الحب طهر	کان دموع عینی بئر حاء
۳۔ ولاح ماله هاء و میم	لهن صبونی میم وهاء

۱۔ میرے ایسے احباب ہیں کہ اگر میرے ایسے انسان کی ملامت پر کسی کو اکسائیں تو بہت سے ساتھیوں کو گناہ لے کر لوٹیں گے، اس شعر میں باؤا لوٹنے کے معنی میں ہے، اور حرف "ب" بھی ہے،

۲۔ اور ایسی آنکھ جس کے آنسو محبت میں پاک ہیں، گویا میری آنکھوں کے آنسو "بئر حاء" نامی مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے (اور حرف "ر" کی تحتی کشش جو آنسو کی لکیر کے مانند ہوتی ہے، وہ بھی مراد لی جا سکتی ہے)

۳۔ ملامت کرنے والے عشق کے اندوہ (ہم) سے ناآشنا ہیں، میرا جنونِ شوق ان سے کہتا ہے "بس" کیجئے (مہ کے معنی کف امر کے ہیں)۔

تمہید و تشبیب کے تمام اشعار صنائع و بدائع ہی نہیں بلکہ اسی طرح کے ادبی معموں پر مشتمل ہیں، لیکن جب اصل مضمون یعنی نعت سرور کونین کا مضمون شروع کرتے ہیں تو دفعتاً

قلم میں سنجیدگی وقار اور ایک طرح کا توازن آجاتا ہے' فرماتے ہیں۔

۱۔ وان محمد الحبیب انس	وجن ھم لنعلیہ فداء
۲۔ نبی تحسد الانبیاء عنہ	جمال الشمس یجلوھا الضحاء
۳۔ واین الشمس منہ سنا ولولا	سناہ ما الم بہا بھاء
۴۔ ولولاہ لما حجت وعجت	وفود البیت ضاق بہا الفضاء
۵۔ اعدلی یا رجاء زمان قرب	بروضتہ اعدلی یا رجاء
۶۔ ولثم حصی لتربتہ ذکی	کان شذاہ فی نفسی کباء
۷۔ صفی اللہ یا ازکی البرایا	بحبک من عقائد فالصفاء
۸۔ علیک من الملیک بکل وقت	صلاۃ فی الجنان لہا اداء

۱۔ بلاشبہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جن وانس دونوں کے پیارے ہیں' اور ایسے پیارے ہیں کہ یہ سب کے سب آپ کی جوتیوں پر فدا اور قربان ہیں۔

۲۔ آپ ایسے نبی ہیں کہ آفتاب کا حسن جب دن چڑھے نمایاں ہوتا ہے تو آپ کے رخ تاباں کی یاد دلاتا ہے۔

۳۔ اور کہاں آفتاب میں وہ رونق ہوگی جو آپ میں تھی' اگر آپ نہ ہوتے حسن و جاذبیت سے وہ محروم ہی رہتا۔

۴۔ اگر آپ نہ ہوتے تو نہ کوئی حج کرتا اور نہ بیت اللہ کے یہ مہمان جن سے پوری فضا گونجتی رہتی ہے' کبھی اللہ کا نام پکارتے

۵۔ اے امید پھر ایک بار آپ کے روضۂ پاک کی حاضری کی آس دلادے' اور حضوری کا زمانہ قریب کردے۔

۶۔ وہ زمانہ قریب کر دے جب ہم آپ کی تربت کے اوپر پڑے ہوئے کنکریوں کو چومیں آنکھوں سے لگائیں، وہ کنکریاں جن میں سے ہر ایک عطر بیز ہے اور جس کے لئے میرا قلب عود کی طرح جل رہا ہے۔

۷۔ اے اللہ کے منتخب ترین بندے! اے ساری کائنات میں سب سے زیادہ پاکیزہ تر وجود گرامی! آپ کی محبت کے صدقے میں ہمارے عقیدوں میں پاکیزگی پیدا ہوئی ہے۔

۸۔ مالک حقیقی ہر لمحہ آپ پر درود و سلام بھیجتا رہے، جس کی جزا ہم کو آخرت میں ملنے والی ہے۔

ابن نباتہ کے طویل قصیدے میں سے بمشکل ہم صرف انہی اشعار کا انتخاب کر سکے، اسی طرح ہر قصیدے میں آٹھ دس شعر ایسے مل جاتے ہیں، جن کے اندر سلاست، جوش، روانی کے ساتھ گہری محبت کا مضمون ملتا ہے، ورنہ عام طور سے صنائع و بدائع کی اتنی بھرمار رہتی ہے کہ ہر شعر ایک طرح کا معمہ بن گیا ہے، یہاں پر پھر وہی بات مجھے مکرر عرض کرنی ہے کہ مجھے شاعر کو احترام کی نظر سے دیکھنا چاہیئے، کیونکہ اس نے اپنا فن اپنی ذہانت اور قابلیت کا جوہر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش کر دیا، ہدیہ میں ہر شخص وہی پیش کرتا ہے، جو اس کے نزدیک اس کا بیش بہا تحفہ بن سکے۔



شہاب الدین محمود الحلبی کی نعتیں

الشہاب محمود م ۷۳۵ھ ترکی دور حکومت میں شام کے ایک بڑے عہدہ "رئیس دواوین الانشار" پر فائز تھے، صوفی عالم اور شاعر بھی تھے، ان کی شاعری بھی تمام تر نعتوں کی شاعری تھی، ایک منظوم سفرنامہ حج، اور منظوم سیرت نبوی ان کے علمی آثار میں قابل ذکر ہے، ان کے دیوان کا ایک نسخہ جامع ایا صوفیا کے کتب خانہ میں دوسرا المکتبہ عاشر آفندی، میں موجود ہے، ابنہانی نے ان کے اکثر قصائد اپنے مجموعہ میں جمع کر دیئے ہیں، ان کے ہر قصیدہ میں معراج اور غیر مشہور معجزات کا ذکر التزاماً ملتا ہے ان کے ایک تائیہ قصیدہ کے چند منتخب اشعار یہ ہیں، مطلع کے اشعار یہ ہیں۔

اعمل حساب النفس عن هفواتها | واستدرك الطاعات قبل فواتها

واجهد لنفسك بالخلاص بكفها | عن غيها والصد عن شهواتها

نفس کی لغزشوں کا محاسبہ کرتے رہو، وقت گزرنے سے پہلے اطاعت کے ذریعہ تلافی کرو۔ نفس کی فریب کاریوں سے بچنے کی کوشش کرو تاکہ اس کی سرکشی سے محفوظ رہو، اس کے اکسانے کو روک سکو۔

یہ تمہید یا تشبیب کا انداز ہے، گریز میں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہے اور پھر یہ کہ وہاں جب کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہی بے کسوں کا سب سے بڑا سہارا ہوگی، شفیع المذنبین کا ذکر آتے ہی شاعر کی روح وجد کرنے لگتی ہے، اور وہ ایک دوسرے عالم میں پہونچ جاتا ہے، اس کو یاد آتا ہے کہ وہ روضۂ اطہر کی زیارت سے کب سے محروم ہے

۱۔ اسفی علی زمن تقضی امکنت — فیہ زیارۃ دارہ لم اتہا

۲۔ راح الرفاق الی الحمی وتاخرت — نفسی التی سکنت الی راحاتہا

۳۔ مع ان ایام الزیارۃ لم أجد — شیئاً إلی ألذ من اوقاتہا

۴۔ لو نشتری بالعمر ما غبن امرؤ — بذل السنین لمشتری ساعاتہا

۵۔ دار بہا نور الھدی متألقاً — یھدی البصائر من جمیع جہاتہا

۶۔ والروضۃ الفیحاء یعبق نشرھا — من جنۃ الفردوس عن نفحاتہا

۷۔ والحجرۃ الغراء بین ستورھا — أسنی من الاقمار فی ھالاتہا

۸۔ وتری مواقف جبرئیل بربعہا — ومھابط الاملاک فی حجراتہا

۹۔ ھل لی إلیہا عودۃ اعتدھا — لمکارم الایام خیر ھباتہا

۱۰۔ وأملئ العین القریحۃ بالذی — أبلیتہ الا فی خداع سناتہا

۱۱۔ واقول: یا خیر الوری نفسی اتت — ترجوک فاقبلہا علی علاتہا

۱۲۔ صلی علیک اللہ ما ھبت صبا — فاختالت الاغصان فی عذباتہا

۱۳۔ أو غنت الورقاء فی اوراقہا — تدعو الھدیل بہا الی وکناتہا

۱۔ اپنی حسرت کو کس طرح بیان کروں کہ وہ زمانہ گزر گیا جبکہ میں درپاک کی زیارت کو جا سکتا تھا، مگر نہ گیا۔

٢- سب ساتھی اس "جائے پناہ" کی طرف کوچ کر گئے اور میں ہی پیچھے رہ گیا، اور میرا نفس راحت طلبی میں لگ گیا۔

٣- حالانکہ زیارت کی گھڑیوں سے زیادہ محبوب شئی اس نفس کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

٤- درِ پاک پر حاضری کی چند ساعتوں کے لئے جس شخص نے سالہا سال صرف کر دیئے، وہ گھاٹے میں نہیں رہا، کیونکہ یہ سودا اگر پوری عمر دیکر بھی حاصل کیا جاتا تو سستا رہتا۔

(متاعِ وصلِ جاناں بس گراں است گرایں سودا بجاں بودے چہ بودے؟)

٥- یہ وہ درِ پاک ہے جہاں نورِ ہدایت فروزاں ہے اور جو دل کی آنکھوں کو بہرہ روشنی ملتی ہے

٦- اور وہ کشادہ ریاض الجنۃ جس کی عطر بیز ہوا جنت الفردوس کے جھونکوں سے سرشار رہتی ہے

٧- اور وہ انوار سے جگمگاتا ہوا حجرہ شریفہ جن پر پردے پڑے ہیں اس چاند سے زیادہ روشن ہے، جو اپنے ہالہ کے اندر رہتا ہے۔

٨- یہ وہی حجرۂ مبارکہ ہے کہ جس کے کسی گوشے میں حضرت جبرئیل کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور انہی حجروں میں فرشتوں کے نزول کی جگہیں ہیں۔

٩- کاش پھر اس دیارِ پاک میں ایک حاضری ہو جائے اور اس سفر کے لئے اپنے عزیزترین لمحاتِ زندگی کا بہترین سامانِ ہدیہ تیار رکھوں۔

١٠- اور تمناؤں سے بھری اپنی مشتاق نظر کو اس دولتِ دیدار سے سیراب کروں جس سے مایوسی ہو چکی ہے اور صرف خواب ہی میں وہ ملتی ہے۔

١١- اور عرض کروں یا خیر الوریٰ! یہ غلام حاضر ہو گیا ہے، اب یہ جیسا بھی ہے اس کو قبول فرما لیجئے۔

١٢- اللہ کا آپ پر درود و سلام ہو جب تک کہ نسیمِ سحر چلتی رہے اور شاخیں جھومتی رہیں۔

١٣- اور اس کی ڈالیوں پر بیٹھی قمری گاتی رہی اور کبوتر کو اپنے گانوں سے اپنے گھونسلے کی طرف

بلاتی رہی۔ (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)

شیخ شہاب الدین محمود علیہ الرحمہ کا ایک بائیہ قصیدہ بہت مشہور ہے جس کا مطلع ہے۔

هل نازح الدار بعد البین مقترب   أو هل يؤب الى الأوطان مغترب

کیا گھر سے نکلا ہوا مسافر فرقت کی گھڑیاں گزارنے کے بعد کبھی قریب آئیگا اور کیا دور دیس چلا جانے والا مسافر اپنے وطن واپس آ جائے گا؟

تشبیب کے چند اشعار کے بعد کہتے ہیں۔

۱۔ فهل ترى اسمع الحادين عن كثب   وهم يقولون لى: قف هذه الكثب

۲۔ وهل صباح أرى فيه قباب قبا   كانها بين ساجى نخله شهب

۳۔ وهل تماط، وقد جئت الثنية ما   بيني وبين المصلى والنقا الحجب

۴۔ فانظر الحرم السامى بساكنه   وامطر الأرض دمعًا دونه السحب

۵۔ وألثم الترب اجلالا لديه وهل   لثم الترب يؤدى بعض ما يجب

۶۔ هناك تطفأ أشجانى وتبرا جفانى   وتذهب عنى هذه الكرب

۷۔ ولا ابالى بفقد الى الحياة وقد   وجدت ما كنت أرجوه وارتقب

۸۔ مغنى به فاض فضل الله وانبعثت   به الى الخلق طرًّا للهدى شعب

۹۔ وطبقت رحمة الله البلاد به   كأنها الغيث يسرى وهو منسكب

۱۰۔ وسار منه هدى لم تبق شارقة   الا ونور سناها منه مكتسب

۱۱۔ مغنى به خير خلق الله كلهم   ومن به بلغت اقصى العلا العرب

۱۲۔ محمد سيد السادات اكرم من   علت بمثله فوق الورى الرتب

۱۳۔ محمد المصطفى الهادى الذى شهدت   بعثه انبياء الله والكتب

۱۴۔ ومن طھر البیت الحرام وقد علت علی الکعبۃ الاوثان والنصب

۱۔ وہ کیا مبارک ساعت ہوگی جب حدی خوانوں کی آواز قریب سے سنوں گا، اور وہ مجھ سے کہہ رہے ہوں گے ٹھہرو! دیکھو یہ بستی کے آثار ہیں۔ (کُثب: قریب کُثب مٹی کے تودے مراد مٹی سے بنے ہوئے درو دیوار کسی بستی کی علامت)

۲۔ کیا وہ صبح میری زندگی میں آئے گی جب "قبا" کے گنبدوں پر نظر پڑے گی جو کھجوروں کے جھنڈ کے درمیان چمکتے ہوئے ستارے کی طرح جگمگا رہا ہوگا۔

۳۔ اور کیا وہ وقت آئے گا جب میری نگاہوں کے سامنے سے پردے ہٹا دیئے جائیں گے اور میں ثنیۃ الوداع پر پہونچوں گا، مصلی اور نقا کے سب حجاب دور ہو جائیں گے۔

۴۔ پھر میں حرم پاک کو دیکھوں گا، جو اپنے مکین کی وجہ سے بلند درجہ رکھتا ہے، اور اس سرزمین پر اس قدر آنسو بہاؤں گا کہ بادل بھی پیچھے رہ جائیں۔

۵۔ اور اس خاک پاک کو ...... عظمت و احترام سے چوموں گا، مگر کیا یہ خاک بوسی کچھ بھی حق ادا کر سکتی ہے؟

۶۔ وہاں دل کی آگ بجھے گی، پلکیں آنسوؤں سے ٹھنڈی ہوں گی، اور دل کے سارے اندوہ کافور ہو جائیں گے۔

۷۔ مجھے اپنی زندگی کے ختم ہو جانے کی کوئی پرواہ نہیں ہے، کیونکہ مجھے میری مراد مل گئی، میری آرزو پوری ہو گئی۔

۸۔ کیونکہ ہم اس آبادی میں پہونچ گئے ہیں جہاں سے اللہ کا فضل ابلتا ہے، اور ہدایت کے چشمے جہاں سے پھوٹ پھوٹ کر ساری مخلوق کو سیراب کرتے ہیں۔

۹۔ اللہ کی رحمت نے ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا جیسے ایک تیز بارش ہو (جس سے

سب سیراب ہوتے ہیں)۔

۱۰۔ ہدایت کی روشنی یہاں سے نکلی اور کوئی کرنؔ ایسی نہیں ہے، جو اس نور کے فیض سے فیض یاب نہ ہو۔

۱۱۔ یہ وہ آبادی ہے، جس میں اللہ کی برگزیدہ ترین بندے کی رہائش ہے، جن کے صدقے میں عربوں کو بے مثال عروج حاصل ہوا۔

۱۲۔ وہ ذات گرامی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو تمام سرداروں کے سردار ہیں اور جن جن پیغمبروں کے لائے ہوئے دین سے دنیا میں روشنی پھیلی ان سب کے امام ان سب میں عالی مقام۔

۱۳۔ یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم وہ ہادی برحق جن کی نبوت کی شہادت تمام انبیاء سابقین اور ہر آسمانی صحیفہ نے دی۔

۱۴۔ جن کی بدولت بیت اللہ الحرام پاک ہوا، جہاں بتوں اور مجسموں کو اونچا کر کے رکھا گیا تھا۔



لہ شارق آفتاب کو کہتے ہیں، شارقہ کوئی لفظ نہیں ہے، شہاب الدین کے دیوان کے شارح نے بھی معذرت کا اظہار کیا ہے، سب نے قیاس سے اس کا ترجمہ کرن کر دیا ہے، لغت کی کتابوں سے کوئی مدد نہیں مل سکی۔ ع

ابن الفارض کی نعتیں

عمر بن الفارض متوفی سنہ ٦٣٦ھ مشہور صوفی شاعر ہیں، ان کے اشعار خالص تصوف کے دقیق معانی پر مشتمل ہیں، ان کا شمار ان صوفیہ میں ہوتا ہے، جو عشق الٰہی میں زندگی بھر مست رہے اور ایک ہی دھن میں گاتے رہے، محض نمونے کے طور پر ان کے صوفیانہ کلام کے چند شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ شربنا علی ذکر الحبیب مدامۃ　　سکرنا بہا من قبل ان یخلق الکرم

۲۔ وقالوا شربت الاثم کلا وانما　　شربت التی فی ترکہا عندی الاثم

۳۔ فلا عیش فی الدنیا لمن عاش صاحیاً　　ومن لم یمت سکراً بہا فاتہ العزم

۴۔ علی نفسہ فلیبک من ضاع عمرہ　　ولیس لہ فیہا نصیب ولا سہم

۱۔ میں نے محبوب کی یاد میں شراب پی اور اس مے سے مدہوش ہوا اس وقت جبکہ انگور کی بیل بھی پیدا نہیں کی گئی تھی۔

۲۔ لوگ کہتے ہیں کہ تم نے حرام شئے پی، ہرگز نہیں! واقعہ یہ ہے کہ میں نے وہ شے پی ہے جس کا چھوڑنا حرام ہے۔

۳۔ جو دنیا میں باہوش رہا اس کی زندگی کوئی زندگی نہیں، جو اس نشہ سے محروم مرا وہ عقل سے بے بہرہ رہا۔

۴۔ اپنے آپ پر وہ روئے جس نے اپنی عمر گنوادی اور اس شراب سے کوئی حصہ نہ پاسکا۔

ابن الفارض نے نعت میں صرف دو شعر کہے ہیں جو ان کے دیوان میں موجود ہیں آپ محسوس کریں گے کہ ان نعتیہ شعروں میں کوئی صوفیانہ رمزیت نہیں ہے، بلکہ سادہ مفہوم سادہ زبان میں ادا کیا ہے، غالباً "باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار" کا اصول پیش نظر ہوگا، بہرحال وہ دونوں شعر یہ ہیں:۔

أرى كل مدحٍ فى النبى مقصراً　　وان بالغ المثنى عليه واكثرا

اذا الله اثنىٰ بالذى هو اهله　　عليه فما مقدار ما تمدح الورىٰ

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی مدح کی جائے وہ تشنہ رہے گی، خواہ نعت گو جس قدر بھی مبالغہ سے کام لے، جب اللہ ہی نے آپؐ کی وہ مدح کی جس کے آپ اہل تھے تو پھر دنیا کے مدحوں کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟![1]



[1] دیوان ابن الفارض طبع بیروت ۱۹۶۲ء تاریخ الادب العربی الزیات۔

شیخ جمال الدین الصرصری کی نعتیں

آپ کا پورا نام "جمال الدین ابوزکریا یحیٰی بن یوسف الصرصری" ہے، عراق کے ایک مقام "صرصر" کے رہنے والے تھے، پیدائشی نابینا تھے ٦٥٦ھ میں تاتاریوں کے حملے میں شہید ہوئے آپ کا دیوان ۱۲۹٦ھ میں استنبول میں طبع ہوا تھا، تمام قصائد نعتیہ مضامین پر مشتمل ہیں، تقریباً ہر بحر میں آپ نے نعت کہی ہے، تشبیب کے مضمون کا التزام ہر قصیدہ میں موجود ہے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:-

۱۔ واصلتنا بطیفها اسماء   حین أرخت ستورها الظلماء

۲۔ قلت انّی ولات حین مزار   زرتنا فی الدجیٰ وانت ذکاء

۳۔ بیننا فی السریٰ وبینك بید   وفیاف دونها تیهاء

۴۔ این ارض العراق یاربة الخد   ر واین الحجاز والبطحاء

۵۔ مالنا موئل سوی وعد مولی   ماجد لا یخیب فیه الرجاء

٦۔ من اذا قال أو تکفل   فالصدق قرین لوعده والوفاء

۷۔ مصطفی اللہ ذی الجلال من الخلق — نبی لہ علینا ولاء

۸۔ شہدت بالرسالۃ الصحف الأو — لی لہ والنعوت والاسماء

۹۔ خاتم الانبیاء فاتح باب الرشد — والناس ضلل سفہاء

۱۰۔ فأتاھم من ربہ بکتاب — ھو للناس رحمۃ وشفاء

۱۔ جب تاریکیوں نے اپنے پردے گرادیے یعنی رات آگئی تو اسماء نے پھر خواب میں اپنا جلوہ دکھایا۔

۲۔ میں نے کہا تم کہاں اور کیسے آگئیں، جبکہ ملنے کا وقت بھی نہیں رہا، تم تاریکی میں آئی ہو حالانکہ خود آفتاب ہو۔

۳۔ گردش شب میں ہمارے تمہارے درمیان صحرا، بیابان، جنگل اور طویل راستے ہیں (تہامہ۔ زمین)

۴۔ کہاں عراق اے پردہ نشین اور کہاں سرزمین بطحا، و حجاز؟

تشبیب کا مضمون "گریز" کے ان اشعار پر ختم ہوتا ہے:۔

۵۔ میرا ٹھکانہ صرف اس آقا کے دامنِ رحمت میں ہے، جو بہت بلند کردار کے حامل ہیں اور جہاں کسی کی امید ضائع نہیں جاتی۔

۶۔ وہ ذات گرامی جس نے اگر کوئی قول دیا یا کوئی ذمہ داری لی تو صداقت و وفا شعاری سے ہمیشہ ہمکنار رہا۔

۷۔ خدائے ذوالجلال کے منتخب کردہ اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ شخصیت کے مالک وہ نبی ہیں، جن کا وفادار رہنا ہم پر فرض ہے۔

۸۔ قدیم آسمانی صحیفوں نے آپ کے اوصاف ذکر کیے، بلکہ نام شمار کرائے اور آپ کی رسالت کی شہادت دی۔

۹۔ خاتم الانبیاء، فاتح باب ہدایت، آپ ہیں، جبکہ سارے لوگ جہل و گمراہی میں مبتلا تھے
۱۰۔ اس وقت آپ اپنے رب کے حضور سے ایسی کتاب لیکر آئے جو تمام انسانوں کے لئے شفاء و رحمت ہے۔

امام صرصری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک "سلام" سنئے جو انھوں نے ۶۵۱ھ میں حرم شریف کی حاضری کے موقع پر کہا تھا۔

۱۔ یا نبی الہدیٰ علیک السلام	کلما عاقب الضیاء الظلام
۲۔ زادک اللہ رفعۃ وجلالاً	وبہاءً وعزۃً لا ترام
۳۔ قد قطعنا الیک فجاً عمیقاً	بقلوب بہا الیک اوام
۴۔ نطلب الفضل منک یا خیر ہاد	فلدیک الاحسان والانعام
۵۔ منک بذ الندی وحسن قریٰ	الضیف ومن جودک استفاد الکرام
۶۔ انت بالبشر والسماح ملی	ولنا بالسریٰ الیک ذمام
۷۔ انت نعم الشفیع فی الموقف	الاکبر ان طال بالامام المقام
۸۔ فجدیر ان لا نجیب لدیک الیوم	راج شعارہ الاسلام
۹۔ ان یکن عاقنا القضاء وطالت	بالمطایا عن قصدک الایام
۱۰۔ فلنا جیئۃ الیک ومنا	کل وقت یہدیٰ الیک سلام

۱۔ اے پیغمبر ہدایت! آپ پر سلام ہو، جب جب تاریکی کا تعاقب روشنی کرے (یعنی رات دن، ہمیشہ ہمیشہ)
۲۔ بڑھاتا ہے اللہ آپ کی بلندی عظمت، شکوہ، اور اس عزت کو جس کو کوئی چھو نہ سکے۔
۳۔ ہم آپ کے در دولت پر بڑی طول طویل مسافت کاٹ کر حاضر ہوئے ہیں، اور ایسے

دل لے کر آئے ہیں، جو سراسر تشنہ ہیں۔

۴۔ اے سب سے بہتر ہادی ہم آپ سے صدقہ کے طالب ہیں، احسان بخشی اور انعام دینا آپ کا خاصہ ہے

۵۔ آپ کی عادت ہے سخاوت فرمانا، مہمانوں کی تواضع کرنا، آپ کی سخاوت سے تو بڑے بڑوں نے اپنے دامن بھرے ہیں۔

۶۔ بشاشت، وسعت قلبی کے تو آپ بادشاہ ہیں، رہے ہم تو ہمارے شب و روز کے سفر کا ایک حق ہے!

۷۔ آپ ہی بہترین شفیع ہوں گے جب خلق خدا کی حضوری کا کٹھن وقت ہوگا، اور سب بے یار و مددگار کھڑے ہوں گے۔

۸۔ لہذا آج ایک امیدوار رحمت اسلام جس کا شعار ہے، اس کا مستحق ہے کہ اس کی امید آپ کے حضور برباد نہ ہو۔

۹۔ اگرچہ قسمت نے آپ کے در تک حضوری سے بہت عرصہ محروم رکھا اور سواریوں کی دشواری حضوری میں آڑے آتی رہی

۱۰۔ مگر آج ایک حاضری نصیب ہو گئی ہے، اور میری جانب سے ہر لحظہ آپ پر درود و سلام ہو۔



عبدالرحمٰن بن خلدون کی نعت

مشہور زمانہ مقدمہ تاریخ کے مصنف عبدالرحمٰن بن خلدون عربی ادب کی تاریخ میں ایک مجدد کی حیثیت رکھتے ہیں، عجمی اثرات کی وجہ سے عربی نثر میں صنائع وبدائع کو تحریر کا لازمی جزو سمجھ لیا گیا تھا، اور ایک عرصہ تک لفظی صناعی اور ضلع جگت کو زبان میں مرکزی حیثیت حاصل رہی، یہاں تک کہ کوئی کسی فن میں کتاب یا مضمون لکھنا، بغیر قافیہ اور صفت تجانس کے اس کی تحریر کو ایک تعلیم یافتہ شخص کی تحریر نہیں سمجھا جاتا تھا، ابن خلدون نے اس طلسم کو توڑا اور پہلی دوسری صدی ہجری کی سادہ رواں تحریر رائج کی، نفح الطیب کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ فن تاریخ کا یہ موجد اور عربی نثر کا مجدد اندر سے خالی نہیں تھا، بلکہ حب نبوی سے اس کا دل آباد تھا۔

ان کے ایک بھائی محمد بن خلدون بھی شاعر تھے، نفح الطیب میں ان کا بھی ایک قصیدہ درج ہے، مورخ ابن خلدون کے قصیدہ میں ادبیت زیادہ ہے، الفاظ منتخب، ترکیبیں چست اور قافیے بے تکلف اور رواں ہیں، نعت کا انداز بھی دل نشیں ہے، قصیدہ کا روایتی انداز یعنی تشبیب گریز بیان مقصد کی ترتیب یہاں بھی قائم ہے، ہم اس قصیدہ کے اکثر اشعار

نقل کرتے ہیں تاکہ عربی داں حضرات خاص طور پر محظوظ ہوں :-

۱- اسرفن فی ھجری وفی تعذیبی   واطلن موقف عبرتی ونحیبی

۲- وابین یوم البین وقفۃ ساعۃ   لوداع مشغوف الفؤاد کئیب

۳- للہ عہد الظاعنین وغادروا   قلبی رھین صبابۃ و وجیب

۴- غربت رکائبھم ودمعی سافح   فشرقت بعدھم بماء غروبی

۵- یاناقعا بالعتب غلۃ شوقہ   رحماک فی عذلی وفی تانیبی

۶- ما ھاجنی طرب ولا اعتاد الجوی   لولا تذکر منزل وحبیب

۷- أھفو الی الاطلال کانت مطلعا   للبدر منھم أوکناس ربیب

۸- یاسائق الاظعان یعتسف الفلا   ویواصل الاسآد بالتأویب

۹- متھافتا عن رحل کل مذلل   نشوان من این ومس لغوب

۱۰- فی کل شعب منیۃ من دونھا   ھجر الامانی أولقاء شعوب

۱۱- ھلا عطفت صدورھن الی التی   فیھا لبانۃ اعین وقلوب

۱۲- فتؤم من اکناف یثرب مأمنا   یکفیک ما تخشاہ من تثریب

۱۳- حیث النبوۃ ایھا مجلوۃ   تتلو من الاثار کل غریب

۱۴- سر غریب لم یحجبہ الثری   ما کان سر اللہ بالمحجوب

۱۵- یاسید الرسل الکرام ضراعۃ   تقضی منی نفسی وتذھب حوبی

۱۶- عاقت ذنوبی عن جنابک والمنی   فیھا تعللنی بکل کذوب

۱۷- ھب لی شفاعتک التی أرجو بھا   صفحا جمیلا عن قبیح ذنوبی

۱۸- انی دعوتک واثقا باجابتی   یا خیر مدعو وخیر مجیب

۱۹۔ فصرت فی مدحی فان یک طیبا   فبما الذکوک من اریج الطیب

۲۰۔ ماذا عسی یبغی المطیل وقد حوی   فی مدحک القرآن کل مطیب

۱۔ مجھے ستانے اور فراق دینے میں ان (خواتین) نے بہت زیادتی کی اور میری آہ وزاری کرنے اور آنسو بہانے کا سبب جو باتیں ہوتی ہیں ان کو انھوں نے اور بھی طول دیا۔

۲۔ جدائی کے دن ذرا دیر کے لئے ٹھہرنا بھی منظور نہیں کیا، تاکہ ایک دل گیر "غم زدہ" کو رخصت کر لیتیں۔

۳۔ بس اللہ ہی کی دین تھا، وہ زمانہ جوان کوچ کرنے والوں کے ساتھ گزر گیا، مگر وہ مرے دل کو محبت میں دھڑکتا ہوا چھوڑ گئے۔

۴۔ ان کی سواریاں نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں مگر میرے آنسو جاری رہے، اور ان کے بعد روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔

۵۔ اس کے شوق کی پیاس کو "روٹھ کر" بجھانے والے! رحم کر رحم! خواہ ملامت کرنا ہو یا محروم وصل رکھنا۔

۶۔ مجھے کسی خوشی کی بات نے کبھی بے قابو نہیں کیا اور اگر منزل دوست اور دوست کی یاد نہ ہوتی تو میں غم کا بھی عادی نہ بنتا۔

۷۔ ان پہاڑی ٹیلوں کی طرف میرا دل کھینچتا ہے، جو کبھی اس قافلہ کے "مہر منیر" سے تاباں تھا یا اس "غزال" سے آباد تھا، جو اپنے ٹھکانے پر ہو۔

۸۔ اے سواریوں کو پہنچانے والے جو کہ بیابانوں کو چیرتی ہوئی دن رات مسلسل سرگرم سفر ہیں۔

۹۔ بدھائے ہوئے ہر اونٹ کو گراتی ہوئی اس طرح مست جا رہے ہیں کہ تھکن کا نام نہیں

۱۰۔ اس راستہ پر چل رہی ہیں، جس کی ہر گھاٹی پر موت کا سامان ہے، اور اس سے نکلیں تو پھر

موت کا اور امیدوں پر پانی پھر جانے کا سامان ہے، یعنی انتہائی پر خطر راستہ پر چل رہی ہیں (منیۃ اور شعوب دونوں کے معنی موت کے ہیں)

۱۱۔ کیوں: تم نے ان سواریوں کے رخ کو اس سمت موڑ دیا جہاں دلوں اور نگاہوں کی مراد ہے؟

۱۲۔ یہ سواریاں یثرب کے ایک گوشہ میں جائے امن حاصل کرتیں، وہ شہر جو "ہر انکار" کے خوف سے تم کو نجات دیتا (تثریب کے لغظی معنی تکذیب کے ہیں، کوئی شخص اگر عذر بیان کرے تو اس کو قبول نہ کیا جائے، اور جرم کی سزا دینے پر اصرار کیا جائے تو اس کو تثریب کہتے ہیں "لا تثریب علیکم الیوم" کا مطلب ہوا، کہ تمہارا عذر آج رد نہیں کیا جائے گا)

۱۳۔ وہ یثرب جہاں نبوت کے جلوے روشن ہیں، بارہا کی غیر مشہور نشانیاں کو بھی زبان حال سے اپنا قصہ دہرا رہی ہیں،

۱۴۔ جہاں ایک نادر "راز" محفوظ ہے جس کو مٹی نے چھپایا نہیں ہے، اور اللہ کا راز چھپائے جانے والی شئے نہیں ہے "سر" روح کو بھی کہتے ہیں، اشارہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ آپ حق تعالےٰ کے ایک "سر" تھے اور اس کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

۱۵۔ اے سرور رسولان کرام! خدا کے حضور ایک التجا پیش کر دیجئے، جو میری مراد دلی بر لے آئے اور میرے گناہ بخش دے۔

۱۶۔ میرے گناہ آپ کے حضور آنے کی راہ میں حجاب بن گئے ہیں، اور تمنائیں دل کو جھوٹی تسلیوں سے بہلاتی رہتی ہیں۔

۱۷۔ اپنی شفاعت سے نوازیئے، جس کے ذریعہ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے بدترین گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

۱۸۔ میں بڑے اعتماد کے ساتھ آپ کے حضور التجا لے کر آیا ہوں، اے وہ بہترین ذات

جس کو پکارا جائے اور جو قبولیت سے نوازے (دوسرے مصرعہ کی بلاغت کو ترجمے سے ظاہر کرنا ناممکن ہے)۔

۱۹۔ میں نے آپ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا، اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے، آپ کی عطر بیز یاد کا۔

۲۰۔ زیادہ سے زیادہ کہنے والا بھی کیا کہہ سکتا ہے، جبکہ قرآن نے ہر بہتر بات آپ کے متعلق کہہ دی ہے۔



علامہ ابن حجر کی نعتیں

فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مصنف شیخ الاسلام، الحافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ کے نعتیہ کلام کا قلمی مجموعہ دارالکتب المصریہ میں موجود ہے، کسی زمانہ میں استنبول سے چھپا بھی تھا، مگر عام طور سے دستیاب نہیں ہوتا، نبہانی نے قلمی نسخہ سے سات قصیدے متفرق طور پر (قافیہ کی ترتیب کے لحاظ سے) نقل کئے ہیں۔

حافظ ابن حجر کے اشعار میں سوز، وارفتگی اور فدائیت کے وہ تمام مضامین ملتے ہیں، جو متاخرین کی نعتوں کی خصوصیت ہے، تشبیب کے اشعار بھی ادبی لطف اور صنائع وبدائع کی موزوں اور بے تکلف رعایتوں کے لحاظ سے عربی ادب کے طلبہ کے لئے تحفہ ہے ان کے ہمزیہ قصیدہ کے چند اشعار بطور نمونہ کے ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ هوى، فيه الملامة كالهواء فلا يطمع لناري في انطفاء

۲۔ أعاذل ان نار الشوق تذكو ولم يخمد تلهبها بكائي

۳۔ ويبعد طفوها برياح لوم ومن جفني لم يطفا بماء

٤ - وذكرى أرض نعمان بهاقد	روت عيناى عن ماء السماء
٥ - تسلسلت الرواية عن جفونى	على منعف بهامن فرط دائى
٦ - لايام الجفا خبر طويل	ونادرة لليلات⁽¹⁾ اللقاء
٧ - قضيت هوى بهجرك يا حبيبى	وعاملت الاحبة بالاداء
٨ - وانى ان تشا قربى فدان	اليك وان نويت نوى فنائى
٩ - بقربك لى المسرة فى صباحى	وبعدك لى المساءة فى مسائى
١٠ - ولا انسى غداة البين لدما	رآنى اليأس منقطع الرجاء
١١ - وقد زفت لهم نجب تهادى	كامثال العرائس للجلاء
١٢ - فقلت لها خذى جسمى وروحى	بطيبة حيث مجتمع الهناء
١٣ - منازل طيبة الفيحاء عرفا	منازه طيبة وملاذ نائى
١٤ - فان رمدت من التسهيد عينى	فاثمد تربها عين الدواء
١٥ - وان قنطت من العصيان نفسى	فباب محمد باب الرجاء
١٦ - نبى خص بالتقديم قدما	وآدم بعد فى طين وماء
١٧ - كريم بالحيا من راحتيه	يجود وفى المحيا بالحياء
١٨ - ويروى طالب براً وعلماً	لديه عن يزيد وعن عطاء
١٩ - نبى الله يا خير البرايا	بجاهك أتقى فصل القضاء
٢٠ - وأرجو يا كريم العفو عما	جنته يداى يا رب الحباء
٢١ - فكعب الجود لا يرضى فداء	لنعلك وهو رأس فى السخاء
٢٢ - ومن بمدحك ابن زهير كعب	ملتى منك جائزة الثناء

(١) ليل كا مصغر لُيَيل اس كى جمع ليليات ہے يعنى بہت مختصر راتيں

۲۳۔ فان احزن فمسحلہ ولی سروری　　　وان اقنط فمنہ اولی رجائی

۲۴۔ علیک سلام رب الناس یتلو　　　صلاۃ فی الصباح وفی المساء

۱۔ یہ وہ عشق ہے جس میں "ملامت" ایک "بادِ ہوائی" کی حیثیت رکھتی ہے، میرے سوزِ دروں کو بجھنے کی کوئی توقع نہیں کر سکتا، (کہنا یہ چاہتے ہیں کہ عشق پر لوگ ملامت کرتے ہیں، لیکن میرا عشق ایسا ہے کہ خواہ جتنا بھی لوگ ملامت کریں، میں ہرگز باز نہیں آ سکتا، ملامت کی حیثیت ایک ہوا میں اڑ جانے والی بے قیمت صدا کی ہے، واضح رہے کہ اردو شاعری میں جس طرح رقیب کا ایک خاص کردار ہوتا ہے اسی طرح عربی میں "ملامت کرنے والے" کا ایک روایتی کردار ہوتا ہے)

۲۔ اے ملامت کرنے والے! آتشِ شوق اور بھڑکتی ہے، میرے رونے سے اس کی تیزی (بھڑک) بجھتی نہیں ہے۔

۳۔ بادِ ملامت سے اس آگ کا بجھنا بہت بعید ہے، اور نہ پلکوں سے گرنے والے آنسو اس کو بجھا سکتے ہیں۔

۴۔ اس سرزمین کی یادیں جہاں "نعمان" نامی پھول ہوتے ہیں، میری آنکھوں نے وہ جھڑی لگائی کہ آسمان سے پانی برسنے کی کیفیت پیدا ہو گئی، ادبی لحاظ سے یہ شعر بہت بلیغ ہے، ("روایۃ عن ماء السماء" بارش سے روایت، یعنی آنکھیں بارش کی حکایت کرتی ہیں)۔

۵۔ یہ شعر بھی اس صفت اور مصطلحاتِ حدیث کو دوسرے معنوں میں استعمال کرنے کی اچھی مثال ہے، فرماتے ہیں، میری آنکھوں سے "یہ سلسلۂ روایت" مسلسل جاری ہے، حالانکہ میری آنکھ کمزور ہے، مگر مرض کی شدت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ یہ سلسلہ رکتا نہیں ہے (مطلب آنسو مسلسل جاری ہیں)۔

۶۔ زمانۂ ستم کی کہانی بہت طویل ہے، ہنگامِ وصال کی مسرتیں ایک نادر الوجود شے ہے۔

۷۔ میرے حبیب! میں نے تری محبت میں فراق کا زمانہ گزار دیا، دوستوں سے "مدارات" کا معاملہ رکھا۔

۸۔ اگر تو وصال پسند کرے تو یہ تیرے لئے قریب ہے، اور اگر فراق کا ارادہ ہے تو اس میں میری ہلاکت ہے۔

۹۔ تیرے قرب میں میرے لئے ہر صبح ایک سامانِ مسرت ہے، تیرے فراق میں ہر شام میرے لئے شامِ بلا ہے۔

۱۰۔ جدائی کے دن کی گھڑی کبھی جھٹلائی جا سکتی، جب کہ نومیدی نے امید کا خاتمہ کر دیا۔

۱۱۔ وہ قافلہ جس میں محبوبہ تھی، اس کے لئے اچھی نسل کی اونٹنیاں اس طرح پیش کی گئیں، جس طرح دلہنوں کی شبِ عروسی میں رونمائی کرائی جاتی ہے) (اس شعر کے بعد سے گریز شروع ہوتا ہے)

۱۲۔ میں نے ان اونٹنیوں سے کہا کہ میرے جسم و جاں کو "طیبہ" پہونچا دے جہاں ہر مسرت کا سامان موجود ہے۔

۱۳۔ طیبہ کے وسیع مقامات جہاں سے خوشبوئیں پھیلتی ہیں، پاکیزگی کی پناہ گاہیں ہیں اور ہر بچھڑے مسافر کے لئے ٹھکانہ ہیں۔

۱۴۔ اگر شب بیداری سے آنکھیں آشوب کر آئی ہوں تو اس سرزمین کی مٹی حقیقی دوا ہے۔

۱۵۔ اگر کثرتِ عصیاں سے کوئی شخص ناامید ہو گیا ہو تو محمدؐ کا بابِ کرم اس کے لئے بابِ امید ہے۔

۱۶۔ وہ پیغمبر تو متقدم ہونے کی حیثیت سے سب سے ممتاز ہیں، اور آپؐ کو اس وقت نبی بنایا گیا جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

۱۷۔ وہ ایسے سخی ہیں کہ آپؐ کے دونوں ہاتھوں بخشش و عطا کی ہینہ جاری ہے، اور

چہرۂ انور پر حیا و شرم نمایاں رہتا ہے (یعنی سخاوت کر کے آپ کے اندر نعوذ باللہ کبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ جس طرح لینے والی کی نگاہیں شرم سے جھکی رہتی ہیں، اسی طرح دے کر اور بخشش فرما کر حیا، آپ کے چہرۂ انور سے ظاہر ہوتی ہے)

۱۸۔ آپ کی سخاوت کا طالب آپ کے احسان و علم کی حکایت عطار و یزید سے کرتا ہے، عطا و یزید حدیث کے راویوں میں معروف ہیں "یروی" کا لفظ بھی حدیث کی مصطلحات میں ہے مطلب یزید سے مستزید ہے یعنی مزید طلب کرنے والا اور عطار کے معنی بخشش کے ہیں۔

۱۹۔ اے رسول خدا! اے سب سے برگزیدہ انسان! آپ کے طفیل اللہ سے حشر کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

۲۰۔ اے بہترین معاف کرنے والے! امیدوار ہوں کہ میرے کرتوت کو آپ نظر انداز کر دیں گے اے حیا و شرم کے مالک!

۲۱۔ کعب بن مامن جو سخاوت میں بہت مشہور ہے، وہ میرے نزدیک آپ کی جوتیوں پر قربان کئے جانے کے لائق بھی نہیں ہے، حالانکہ اس کا شمار سخیوں کے سرداروں میں تھا۔

۲۲۔ کعب بن زہیر نے آپ کی مدح کر کے ہمارے لئے ایک راستہ کھولا ہے یہ اس کا احسان ہے میرے جیسوں کو آپ کی ثنا خوانی کا انعام پانے کی امید بندھ گئی ہے۔

۲۳۔ اگر میں غمگین ہوتا ہوں تو آپ کی مدح سامان مسرت بہم پہونچاتی ہے، اور اگر کبھی مایوسی چھاتی ہے تو آپ کی مدح سے آسرا ہوتا ہے۔

۲۴۔ تمام انسانوں کے مالک اور رب کا آپ پر سلام ہو، اور سلام کے بعد درود ہو، اور یہ سلسلہ صبح و شام قائم رہے۔

شیخ عبداللہ شبراوی کی نعتیں

شیخ شبراوی مصری ایک بلند پایہ عالم دین، صاحب طریقت و شریعت بزرگ تھے، مصر میں ایک طریقہ "بکریہ رفاعیہ" رائج ہے، یہ بزرگ اسی طریقہ کے ایک شیخ تھے، ۱۱۷۳ھ ہجری میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور یہ قصیدہ نظم کر کے مواجہ شریفہ پر جا کر پڑھا۔

۱۔ مقلتی إفد نلت کل الأرب هٰذہ انوار طٰہ العربی

۲۔ هٰذہ انوار طٰہ المصطفیٰ خاتم الرسل شریف النسب

۳۔ هٰذہ انوارہ قد ظهرت وبدت من خلف تلک الحجب

۴۔ هذہ انوارہ فانتهزی فرصة العمر وبہ انتهی

۵۔ هذہ انوارہ فابتهجی طرباً فالوقت وقت الطرب

۶۔ هذہ طیبة یا عین وما بعد من طابت بہ من طیب

۷۔ طالما کنت تحنین الی رویة القبر الذی فی یثرب

۸۔ هذہ انوار ذالک القبر قد اشرقت یا مقلتی فاقتربی

۹۔ ذاك قبر من أتاه زائرًا — مرةً في عمره لم يخب

۱۰۔ وتأدب يا أخا الوجد فما — انت إلا في مقام الادب

۱۱۔ واسكب الدمع سرورًا فلعلي — غيره دمع الهنا لم يسكب

۱۲۔ واكحل الاماق من تربته — ينجلي عنك جميع النصب

۱۳۔ فهو بحر زاخر من جاءه — طالبًا فاز بأسنىٰ مطلب

۱۴۔ أتي جاءٍ مثل جاه المصطفىٰ — معدن المعروف كنز الحسب

۱۵۔ يارسول الله اني مذنب — ومن الجود قبول المذنب

۱۶۔ يانبي الله مالي حيلة — غير حبي لك ياخير نبي

۱۷۔ ويقيني فيك ياخير الورىٰ — ان حبي لك اقوى سبب

۱۸۔ عظم الكرب ولي فيك رجا — فيه يارب! فرج كربي

۱۹۔ واغثني يااله العرش من — نفس سوء في الهوىٰ تلعب بي

۲۰۔ وتدارك مابقي لي فلقد — ضاع عمري في الهوىٰ واللعب

۱۔ اے میری آنکھ! تونے اپنی ہر مراد پالی، یہ رہے انوار حضرت طٰہٰ عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے۔

۲۔ یہ ہیں انوار حضرت طٰہٰ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے جو خاتم الرسل، عالی نسب ہیں۔

۳۔ یہ ہیں انوار جو نمایاں ہو رہے ہیں؛ اوران پردوں کی اوٹ سے چھن چھن کر نکل رہے ہیں۔

۴۔ یہ انوار ظاہر ہو رہے ہیں موقع غنیمت جان پوری عمر کا راس المال یہ لمحہ ہے اور یہیں پر یہ نعمت ختم ہے۔

۵۔ یہ انوار سامنے ہیں، جھوم اور مسرت میں جھوم! یہ وقت جھومنے ہی کا ہے۔

۶۔ اے آنکھ یہ طیبہ ہے، طیبہ جو ذات طیب صلے اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں سراپا پاکیزہ ہے اس کے بعد اور کیا چاہیئے!

۷۔ کب سے تجھے اشتیاق تھا، اس قبر شریف کی زیارت کا! جو کہ یثرب میں واقع ہے۔

۸۔ لے یہ انوار قبر پاک سامنے ہیں، اے دیدہ حیراں یہ انوار نمایاں ہیں اور قریب ہولے۔

۹۔ یہ وہ قبر مبارک ہے کہ یہاں جو شخص اپنی عمر میں ایک مرتبہ بھی آیا ناکام نہیں رہا۔

۱۰۔ مگر مسرت میں جھومنے اور مست ہونے والے! ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، تو سب سے برگزیدہ مقام ادب میں حاضر ہے۔

۱۱۔ ہاں اشک مسرت بہا، کیونکہ اس مقام کے علاوہ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اشک مسرت رواں ہو۔

۱۲۔ اور اس خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا، سارا دکھ درد کافور ہو جائے گا۔

۱۳۔ رسول پاک ایک دریائے رحمت ہیں دریا جوش مار رہا ہے، جو ان کی خدمت میں آتا ہے، اپنی ہر مراد حاصل کر لیتا ہے۔

۱۴۔ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی جاہ و منزلت سے بڑھ کر کس کی جاہ و منزلت ہو گی، جو کہ سخاوت و کرم کے معدن اور خاندانی شرافت کا خزانہ ہیں۔

۱۵۔ یا رسول اللہ! میں گناہ گار ہوں! سخاوت میں یہ بھی داخل ہے کہ گناہ گار کو شرفِ قبولیت بخشا جائے۔

۱۶۔ یا رسول اللہ! میں بے چارہ ہوں، میرا چارہ اگر کچھ ہے تو آپ کی محبت! اے تمام نبیوں میں سب سے بہتر نبی!

۱۷۔ مجھے آپ پر یقین ہے اے کائنات کے کُل سرہد! کہ میری محبت ایک بڑا وسیلہ بنے گی۔

۱۸۔ میری مصیبت بڑی ہے اور آپ کی ذات سے میری امید وابستہ ہے اے رب کریم! ان کے صدقہ میں میری مصیبت دور فرما دے۔

۱۹۔ الٰہ العرش! فریاد سن لے، میرے نفسِ بد کے شر سے پناہ دے جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہے۔

۲۰۔ میری عمر کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے، اس میں گزشتہ معاصی کی تلافی کرا دے، کیوں کہ اب تک عمر لہو و لعب میں گزری ہے۔



شیخ حسین دُجانی کی دو نعتیہ رباعیاں

یافا (بیت المقدس) کے مفتی شیخ حسین دُجانی ایک بہت بڑے شیخ وقت تھے،
۱۲۶۳ھ میں ان کا انتقال ہوا، ان کے متعلق نبہانی نے لکھا ہے کہ ان کے مریدوں کی اس علاقے
میں اتنی کثرت تھی کہ جب کسی قصبہ یا شہر میں پہونچ جاتے تو وہاں گویا عید آجاتی، جوق در جوق ہزاروں
بندگان خدا حصول برکت کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے ان کی ایک رباعی یہ ہے،
(رباعی اپنے مشہور وزن کے لحاظ سے نہیں بلکہ دو شعر ہونے کی وجہ سے ہے)۔

الیک یا رسول اللہ وجہت وجہتی ۔۔۔ وارسیت فی زخار بحر جودک مرکبی

فمن رسول اللہ منک بنظرۃ ۔۔۔ ازاحم فیہا الاصفیاء بمنکبی

یا رسول اللہ میں نے اپنا رخ آپ کی طرف موڑ لیا ہے (یوں بھی ترجمہ کر سکتے ہیں کہ
میں نے آپ کی طرف اپنا قبلہ راست کر لیا ہے) اور آپ کی سخاوت کے دریا میں اپنا سفینہ
لنگر انداز کیا ہے۔

بس ایک نگاہِ کرم سے احسان فرمائیے، یہ نگاہ مجھے اس لائق بنا دے گی کہ خاصانِ خدا

کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکوں۔

موصوف کی ایک دوسری رباعی یہ ہے۔

اذا ھبت الارياح من نحو طيبة　　اھاج فؤادی طیبھا وھبوبھا

فلا تعجبوا من لوعتی وصبابتی　　ھوی کل نفس این حل حبیبھا

جب طیبہ کی جانب سے نسیم سحر چلتی ہے تو اس کے جھونکے اور اس کی خوشبوئیں میرے دل کو بے کل کر دیتی ہیں۔

میری سوزش دروں اور میری وارفتگی پر حیرت نہ کرو۔ ہر شخص کو وہ جگہ عزیز ہوتی ہے، جہاں اس کا حبیب ہوتا ہے۔



شیخ عبد الغنی النابلسی کی نعتیں

عرب ممالک میں ایک "سلسلۂ درویشیہ" رائج ہے، شیخ نابلسی اسی سلسلہ کے مشائخ میں شمار ہوتے ہیں، ان کی ایک کتاب "تعطیر الانام" خوابوں کی تعبیر میں بہت مشہور ہے، ان کے خلفاء میں شیخ احمد شرقاوی اور دوسرے مشائخ گزرے ہیں، نبہانی ان کو "سیدی العارف النابلسی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، ان کی تصنیف تعطیر الانام کے سرورق پر ان کا نام دو سطری القاب کے ساتھ مذکور ہے جو متاخرین کا عام انداز رہا ہے۔

ان کے ایک نعتیہ قصیدہ کے منتخب اشعار یہ ہیں:

۱۔ ما للقلوب سوی ذاک الحمیٰ طلب	ولا العیون لها فی غیرہ أرب
۲۔ یا کعبۃ تستجیر الطائفون بها	نوربہ تظهر الاشیاء وتحتجب
۳۔ محمد خیر کل العالمین لقد	سمحت علی الخلق فی افضاله سحب
۴۔ له مزیۃ جود فی الوجود نمت	حتی علی العجم استعلت به العرب
۵۔ وزاده الله فی اسرائه رتبا	رفیعۃ خفضت من دونها الرتب
۶۔ وقد رقی لیلۃ المعراج فی درج	نحو العلا حیث عنه زالت الحجب
۷۔ وجه دین اهل الله قاطبۃ	لهم به نسب مافوقه نسب

۸۔ وانت باب العطاو الجود یا أملی بك الالٰہ علی طول المدی یہب

۱۔ سوائے اس در کے دل کو کسی جگہ کی طلب نہیں ہے، اور آنکھوں کو اس درپاک کے علاوہ کسی چیز کے دیکھنے کی آرزو نہیں ہے۔

۲۔ اے کعبۂ مراد! جس کے گرد چکر لگانے والے پناہ حاصل کرتے ہیں! اس نور سے جس سے چیزیں نمایاں ہوتی ہیں، اور چھپتی ہیں۔

۳۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تمام جہانوں کے جملہ مخلوق سے افضل و برگزیدہ ہیں، جن کی بخشش اور سخاوت کا بادل سارے عالم پر برستا ہے۔

۴۔ سخاوت ان کی عبادت ہے، جس کا سلسلہ عرب سے لے کر عجم تک دراز ہے اور عرب اسی سخاوت کے بدولت سرفراز ہوئے

۵۔ اللہ نے آپ کو اسراء و معراج کے موقعہ پر وہ بلندی عطا فرمائی کہ اس کے سامنے سربلند کی بلندی پست نظر آنے لگی۔

۶۔ شب معراج آپ بلندی کے زینوں پر چڑھے اور اس مقام تک پہونچے جہاں سارے حجابات دور ہو گئے

۷۔ آپ کی محبت تمام اہل اللہ کا دین و ایمان ہے، ہر اہل ایمان کا سلسلہ آپ سے مربوط ہے اس سلسلہ سے بہتر کوئی سلسلہ نہیں۔

۸۔ آپ ہی باب جود و کرم ہیں اے میرے سہارا! آپ کے توسل سے اللہ تعالےٰ ہمیشہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے۔

مواجہہ شریف کی محراب پر مکتوبہ اشعار:۔

مواجہہ شریف کی جالیوں کے اوپر جو محراب ہے، اس پر یہ دو شعر کندہ ہیں۔

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ فطاب من طیبھن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

یہ در اصل تین شعر تھے، ان دو شعروں کے درمیان ایک شعر اور ہے جو وہاں موجود نہیں ہے، مگر

قاضی عیاض نے شفا میں، اور نبہانی نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

انت النبی الذی ترجی شفاعته عند الصراط اذا ما زلت القدم

یہ اشعار کس کے ہیں؟ کسی کو معلوم نہیں البتہ شیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی نے اپنی ایک کتاب "سعادۃ الدارین فی الصلاۃ علی سید الکونین" کے (لطیفہ ۱۱۱) میں حسب ذیل واقعہ نقل کیا ہے:۔

"ابن بشکوال، محمد بن حرب سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ منورہ گیا، روضۂ اقدس پر جس وقت حاضر ہوا وہاں ایک اعرابی (بدو) کو آتا ہوا دیکھا، اس نے اپنی اونٹنی بٹھائی، اور حجرہ شریفہ کے سامنے جاکر کھڑا ہوا، اور بہت دل نشین اور پر درد انداز میں صلاۃ وسلام پڑھا، اور کہا "میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کو وحی سے نوازا، آپ پر اپنی کتاب نازل کی جس کتاب میں اس نے یہ فرمایا:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔

اور اگر ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا، آتے میرے پاس، پھر اللہ سے بخشواتے، اور رسول ان کو بخشواتا، اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان

یا رسول اللہ! میں اپنے گناہوں کا معترف ہوکر آیا ہوں اور آپ کے توسل سے استغفار کرتا ہوں آپ بھی اللہ سے میرے لئے مغفرت کی دعا فرما دیجئے اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے اس کے بعد وہ اعرابی قبر شریف کی طرف مڑا اور یہ پڑھا، اس کے بعد یہ تینوں شعر نقل کئے ہیں۔

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے:۔

اے وہ بہترین ذات جس کی ہڈیاں اس میدان میں دفن کی گئی ہیں، جس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلہ عطر بیز ہو گئے۔

آپ ہی وہ ہیں جن کی شفاعت کی اس وقت آس رہے گی جبکہ پل صراط پر قدم ڈگمگانے لگیں گے

میری جان قربان ہو اس قبر پر جس میں آپ مقیم ہیں، اس جا پاک دامنی، سخاوت اور جود مقیم ہے۔

حق بحق دار رسید

قاضی عیاض نے شرح شفا میں لکھا ہے کہ ایک صاحب دل بزرگ جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو بے ساختہ یہ شعر پڑھنے لگے:۔

۱۔ رفع الحجاب لنا فلاح لناظری   قمر تقطّع دونہ الاوھام

۲۔ واذا المطی بنا بلغن محمدًا   فظھورھن علی الرجال حرام

۳۔ قرّبننا من خیر من وطی الثریٰ   فلھا علینا حرمۃ و دمام

۱۔ حجابات دور ہو گئے، نگاہوں کے سامنے وہ ماہتاب آ گیا جس سے اوہام کے بادل چھٹ گئے

۲۔ جب سواری ہمیں لے کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شہر تک پہونچا دے تو ان سواریوں کی پشتیں مردوں کے لئے حرام ہیں، (یعنی ان کو سواری پر احتراماً نہ بیٹھنا چاہیئے۔)

۳۔ ان سواریوں نے ہمیں اس ذات سے قریب کر دیا جس سے بہتر ذات اس دنیا کی سرزمین پر قدم نہیں رکھا، لہٰذا اس سرزمین کا ہم پر حق ہے، اور اس کی حرمت قابل لحاظ ہے۔

یہ اشعار دراصل ابو نواس کے ہیں، اس نے عباسی خلیفہ محمد الامین کی شان میں کہے تھے،

لیکن ان اشعار کو جس ذات کی مدح میں ہونا چاہیئے تھا، وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، لہٰذا اس وقت سے یہ نعت کا شعر بن گیا۔

عربی شاعری میں اس طرح کی ایک مثال اور ملتی ہے، ابو فراس الحمدانی نے سیف الدولہ کی شان میں ایک قصیدہ کہا، جس کے اخیر میں اس نے سیف الدولہ کو اس طرح مخاطب کیا۔

فلیتک تحلو والحیاۃ مریرۃ　　ولیتک ترضی والانام غضاب

ولیت الذی بینی وبینک عامر　　وبینی وبین العالمین خراب

اذا صح منک الود فالکل ھین　　وکل الذی فوق التراب تراب

اہل قلب ونظر نے ان اشعار کا مخاطب صرف اللہ تعالےٰ جل شانہ کو سمجھا اور اب تک اسی مناسبت سے لوگ ان اشعار کو پڑھتے ہیں۔

اردو میں غالب نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں کہا تھا۔

کس سے ہو سکتی ہے مداحیِ ممدوحِ خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں

یہ شعر بلکل "حق بحق دار رسید" یعنی نعت نبوی میں شمار کیا جانے لگا۔



امرئ القیس کے معلقہ کی نعتیہ تشطیر

عربی اشعار سے ذوق رکھنے والے حضرات کی دلچسپی کے لئے ادیب حازم الاندلسی متوفی ۶۷۴ھ کے اس قصیدہ کے منتخب اشعار نقل کرتا ہوں، انھوں نے امرئ القیس کے معلقہ کے ہر مصرعہ پر ایک مصرعہ لگایا ہے اور چونکہ اس صنف سے دلچسپی صرف عربی داں حضرات کو ہوسکتی ہے اس لئے ترجمہ کی ضرورت نہیں محسوس کی۔

لیھنك قل ان زرت افضل مرسل	قفا نبك من ذكرى حبيب ومرسل
وفي طيبة فانزل ولا تعش منزلا	بسقط اللوى بين الدخول فحومل
وزر روضة قد طالما طاب نشرها	لما نسجتها من جنوب وشمأل
وانوا بك اخلع محرما ومصدقا	لدى الستر الا لبسة المتفضل
لدى كعبة قد فاض دمعي لبعدها	على النحر حتى بل دمعي محملي
فيا حادي الآبال سر بي ولا تقل	عقرت بعيري يا امرأ القيس فانزل
فقد حلفت نفسي بذاك واقسمت	على وآلت حلفة لم تحلل

فقلت لها لاشك أني طائع | وأنك مهما تامري القلب يفعل
وكم حملت في اظهر الحزم رحلها | فيا عجبا من رحلها المتحمّل
وعاتبت العجز الذي عاق عزمها | فقالت لك الويلات انك مرجلي
وأمت نبيًّا قال للكفر نوره | ألا أيها الليل الطويل الا انجلي
تلاسورًا ما قولها بمعارضٍ | إذا هي نصته ولا بمعطل
لقد نزلت في الارض ملة هدية | نزول اليماني ذي العياب المحمل
أتته مغربا من مشرق وتعرضت | تعرض اثناء الوشاح المفصل
ففازت بلاد الشرق من زينة بها | بشق وشق عندنا لم يحول
لأمداح خير الخلق قلبي قد صبا | وليس فؤادي عن هواها بمنسلي
فكم في مديح المصطفٰے لمن تمّ | لقلب كفيه بخيط موصل
فامل به الاخرىٰ ودنيا الورع فقد | تمتّعت من لهوٍ بها غير معجل
أيا سامعي مدح الرسول تنشقوا | نسيم الصبا جاءت بريا القرنفل
وروضة حمد للنبي محمد | غذاها نمير الماء غير محلل
فصلى عليه الله ما لاح بارق | كلمح اليدين في حبيٍ مكلل



قصیدۂ ذوقافیتین

ایک بہت ہی مقبول و معروف قصیدہ نعتیہ قصیدہ ذوقافیتین ہے، جو اپنی مترنم بحر اور سلاست اور روانی میں بے مثال ہے، مصر کے سابق مفتی اعظم شیخ حسنین مخلوف نے اس قصیدۂ کی شرح میں ایک متوسط درجہ کی کتاب "الخصائص النبویۃ" کے نام سے لکھی ہے، لیکن اس قصیدۂ کے مصنف کا نام انھوں نے بھی نہیں لکھا ہے صرف "لبعض اہل العلم والعرفۃ" (کسی صاحب علم و معرفت بزرگ) کہہ کر اشارہ کیا ہے، راقم الحروف نے کتب خانہ حرم میں "المجموعۃ الکبریٰ فی القصائد الفخری" مؤلفہ محمد جار اللہ السمنہودی مطبوعہ استنبول سنہ ۱۲۴۰ھ میں اس قصیدہ کو پایا جس کا سرنامہ یہ ہے "ذوقافیتین للقاضی محمد الحنفی المعصومی" ان بزرگ سے متعلق کوئی معلومات نہیں مل سکیں، بہرحال وہ قصیدہ یہ ہے:۔

۱۔ الصبح بدا من طلعتہ　　واللیل دجا من وفرتہ

۲۔ فاق الرسلا فضلاً و علا　　وھدی السبلا بدلالتہ

۳۔ کنز الکرم، مولی النعم　　ھادی الأمم لشریعتہ

۴۔ ازکی النسب اعلی الحسب — کل العرب فی خدمتہ

۵۔ سعت الشجر نطق الحجر — شق القمر باشارتہ

۶۔ جبریل اتی لیل الاسراء — والرب دعاہ لحضرتہ

۷۔ نال الشرفا واللہ عفا — عما سلفا من امتہ

۸۔ فوسیلتنا ھو سیدنا — والعزلنا باجابتہ

۱۔ ان کے چہرہ مبارک سے صبح بیدار ہوئی، اور گیسوئے پاک سے رات سیہ پوش ہوئی۔

۲۔ آپؐ تمام انبیائے کرام پر فضل و بلندی کے لحاظ سے سبقت لے گئے اور لوگوں کو اپنی رہنمائی کے ذریعہ حق کی راہوں پر لگایا۔

۳۔ ذات گرامی ہے خزانہ اشرافت و سیر چشمی کا، اور مالک و وارث ہے تمام نعمتوں کی اور آپؐ ساری امتوں کو اپنی شریعت کے ذریعہ ہدایت دینے والے ہیں۔

۴۔ پاکیزہ تر نسب والے اعلیٰ ترین شرف خاندانی رکھنے والے سارے عرب آپؐ کے دریوزہ گر اور خدمت گزار ہیں۔

۵۔ آپؐ کے ایک اشارہ پر درخت دوڑے، پتھر بولے، اور چاند دو ٹکڑے ہوا۔

۶۔ شب معراج جبرئیلؑ در دولت پر حاضر ہوئے، اور رب کریم نے آپؐ کو اپنی حضوری میں طلب فرمایا۔

۷۔ بلندیاں حاصل کیں اور اللہ نے آپؐ کی امت کے سابق گناہ بخش دیئے۔

۸۔ ہمارا وسیلہ ہمارے آقا ہیں، ہماری سربلندی آپؐ کے قبول فرما لینے میں ہے۔